قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان إیمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے تو اس کے گذشتہ سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے

روزہ

حقیقت اور ثمرات

تالیف وتقدیم

عبداللہ ناصر الرحمانی

شائع کردہ

مکتبہ عبداللہ بن سلام لترجمۃ کتب الاسلام

حقوق الطبع محفوظة لمكتبة عبد الله بن سلام

مکتبۃ عبد اللہ بن سلام لترجمۃ کتب الاسلام
E-mail: maktabaibn-e-salam@hotmail.com

ہیڈ آفس : 103۔ڈی۔او۔ایچ۔ایس فیز II ملیر کینٹ کراچی۔فون:4901816
ملنے کا پتہ : جامع مسجد الراشدی موسیٰ لین لیاری کراچی۔فون: 7511932
برائے رابطہ : سعد بن عبد العزیز موبائل:0300-2310189

فہرستِ مضامین — نمبر شمار

عرضِ مؤلف	6
روزہ کی لغوی واصطلاحی تعریف	7
تعریف کی وضاحت:	7
روزہ کا حکم:	13
روزہ کب فرض ہوا	16
اُمتِ محمد ﷺ پر روزہ کب فرض ہوا؟	18
روزہ کے حکم ومقاصد	20
فرانسیسی ڈاکٹر ''کالبا'' کی رائے	26
امریکی ڈاکٹروں کی رائے:	26
ایک ضروری تنبیہ:	27
دوسری تنبیہ:	27
روزہ کے فضائل	30
روزہ کی فضیلت قرآن پاک سے:	30
روزے کے فضائل احادیث سے	32
پہلی فضیلت	33
دوسری فضیلت	38
تیسری فضیلت	41

روزہ کی فضیلت میں دیگر احادیث	43
روزہ کے فضائل کس طرح حاصل کیئے جائیں	47
روزہ اور تلاوتِ قرآن	47
رمضان میں تلاوتِ قرآن کی اہمیت:	48
رمضان اور صدقہ وسخاوت	50
روزہ اور قبولیتِ دعاء	56
رمضان اور قیام اللیل	60
رمضان اور عشرِ اخیر	62
اعتکاف کی فضیلت	66
حرفِ آخر	70

عرضِ مؤلف

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله ،وبعد:

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں کا ایک عظیم مہینہ ہے، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ کی ایک صحیح حدیث کے مطابق رمضان المبارک کی ہر رات اللہ تعالیٰ اپنے بہت سے بندوں کی گردنیں جہنم سے آزاد کر دیتا ہے، اور ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث کے مطابق ہر بندے کو کچھ دعواتِ مستجابہ عطا کر دی جاتی ہیں۔

ان تمام فضائل ومحاسن کو سمیٹنا ضروری ہے، ہم نے اپنے اس مختصر سے رسالہ میں، قرآن وحدیث کی روشنی میں ان طرق کی وضاحت کی ہے جنہیں اختیار کر کے اس ماہِ مقدس کی خیرات وبرکات کو سمیٹا جاسکتا ہے۔

واضح ہو کہ اس رسالہ کا موضوع احکامِ رمضان نہیں ہے، بلکہ اکتسابِ ثمراتِ رمضان کے طرق کا بیان مقصود ہے، تشویق وترغیب کیلئے رمضان المبارک کے فضائل نیز اہداف و مقاصد بھی بیان کر دیئے گئے ہیں، اس رسالہ کی تیاری میں بہت سے مراجع زیرِ نظر رہے، لیکن سب سے اہم مرجع کے طور پر ہم نے حافظ ابنِ رجب البغدادی الحنبلی رحمہ اللہ کی معرکۃ الآراء تصنیف ''لطائف المعارف فيما لمواسم العام من الوظائف'' سے استفادہ کیا ہے۔ فرحمه الله رحمة واسعة ووفقنا جميعا لما فيه حبه ورضاه، واصلى وأسلم على نبيه محمد وعلى آله وصحبه وأهل طاعته الى يوم الدين.

وكتب ذلك/عبدالله ناصر الرحمانی

مدیر: مکتبة عبدالله بن سلام لترجمة كتب الاسلام

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وبعد

روزہ کی لغوی واصطلاحی تعریف

عربی لغت میں روزہ کو ''الصوم'' کہتے ہیں جو باب صام یصوم وصیاما سے مصدر ہے، صوم کا لغوی معنیٰ ''امساک'' یعنی کسی چیز سے رک جانا ہے، اس معنیٰ کی لفظِ صوم سے مناسبت یہ ہے کہ صائم یعنی روزہ دار، ایک مخصوص وقت کیلئے کھانے، پینے اور جماع وغیرہ سے رک جاتا ہے۔

اصطلاح شریعت میں صوم کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے:

''الامساك عن المفطرات مع اقترانه النية من طلوع الفجر الى غروب الشمس'' (تفسیر قرطبی (۱/۶۵۰) فتح البیان فی مقاصد القران (۱/۳۶۲)

''یعنی طلوعِ فجر سے لیکر غروبِ آفتاب تک تمام مفطرات سے اس طرح رک جانا کہ (مکمل روزے میں) نیت شاملِ حال رہے''

تعریف کی وضاحت:

طلوعِ فجر سے مراد فجرِ ثانی ہے، جسے صبحِ صادق کہتے ہیں اس وقت افقِ سماوی پر صبح کا نور پھوٹتا اور نمودار ہوتا ہے۔

مفطرات سے مراد وہ تمام چیزیں جو روزہ توڑنے کا سبب بنتی ہیں: مثلاً: کھانا، پینا یا بیوی سے صحبت کرنا وغیرہ، چنانچہ روزہ کی حالت میں ان تمام چیزوں سے باز رہنا ضروری ہے، اس کے علاوہ گناہوں کے ارتکاب سے بھی بچنا ضروری ہے؛ کیونکہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

[من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه من أجل]

ترجمہ:[جو شخص روزہ کی حالت میں قولِ زور یا عملِ زور سے باز نہیں آتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے]

یہ نکتہ عظیم مفسر امام قرطبی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔

قولِ زور سے ہر وہ بات مراد ہے جو شریعت کے خلاف ہو، مثلاً: جھوٹ، غیبت، چغلی، اور بہتان طرازی وغیرہ، جبکہ عملِ زور سے ہر وہ فعل مراد ہے جو شریعت کے خلاف ہو اس میں تمام صغیرہ وکبیرہ گناہ شامل ہیں۔

نیت فعلِ قلب ہے اور روزے کی حالت میں نیت کے شامل ہونے سے مراد یہ ہے کہ:

(۱) روزے دار کو معلوم ہو کہ وہ روزہ سے ہے۔

(۲) یہ عقیدہ بھی اسے معلوم ہو کہ روزہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے، یعنی اس کا ترکِ طعام وشراب وغیرہ اللہ تعالیٰ کے امر اور فریضہ کی بناء پر ہو محض ڈائٹنگ وغیرہ کی نیت نہ ہو، نہ ہی یہ نیت ہو کہ علاقے یا محلے یا گھر میں سب روزہ رکھتے ہیں لہذا میں بھی رکھ ہی لوں، اگر نہ رکھا تو لوگ کیا کہیں گے؟

(۳) یہ نیت بھی ہو کہ روزہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔

(۴) اور یہ نیت بھی ہو کہ اس کا اجر صرف اللہ تعالیٰ سے مطلوب ہے۔

آخر الذکر دونوں نیتوں کا شاملِ حال ہونے کا اس حدیثِ قدسی سے اشارہ ملتا ہے:

[الصوم لي وأنا أجزي به] (رواہ البخاری من حدیث ابوھریرۃ) یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:[روزہ میرے لئے ہے اور اس کی جزاء بھی میں ہی دوں گا]

نیز رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:[من صام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه] (متفق علیہ)

ترجمہ:[جو شخص ایمان کے ساتھ، اور اللہ تعالیٰ سے اجر لینے کی نیت سے روزہ رکھے گا اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے]

واضح ہو کہ اس حدیث میں ''ایمانا'' کی شرط بڑی معنی خیز اور قابلِ غور ہے، اس شرط کا تقاضہ یہ ہے کہ روزہ کی صحت وقبولیت کیلئے ایمان کی سلامتی ضروری ہے، اسی لیئے قولہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ (البقرۃ:۱۸۳) میں فرضیتِ روزہ کے تعلق سے اہلِ ایمان ہی مخاطب ہیں، لہذا ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ تک پہنچنے سے پہلے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ کی منزل طے کرنا ضروری ٹھہرا، اب شریعتِ اسلامیہ میں کسی بھی شخص کو اس وقت تک ایمان کی صحت وسلامتی حاصل نہیں ہو سکتی، جب تک مندرجہ ذیل چھ امور کے متعلق اس کا علم وعقیدہ درست نہ ہو، درست ہونے کا معنی یہ کہ کتاب وسنت کے عین مطابق ہو (یہ چھ امور حدیثِ جبرئیل میں مذکور ہیں:

[الایمان أن تؤمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ]

ترجمہ:[یعنی ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، قیامت کے دن اور تقدیر، خواہ اچھی ہو یا بُری پر ایمان لے آؤ]

ان امورِ ایمان میں پہلا امر ایمان باللہ ہے، اور ایمان باللہ کا سب سے بنیادی نکتہ، عقیدۂ توحید ہے، بلکہ ہمارا دین، دینِ توحید ہے، اور اگر کسی بندے کی توحید میں خلل ہو، چاہے ایک ذرہ کی مقدار میں کیوں نہ ہو تو کیا اس کا ایمان باللہ درست ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص کسی بھی غیر اللہ (نبی، ولی، فرشتہ یا جن) کے حق میں کسی ایک چیز کے خالق، مالک یا مختار و متصرف ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو، تو اس کی توحید ٹوٹ جائیگی، نتیجۃً ایمان باللہ میں خلل آجائیگا، نتیجۃً اس کے تمام روزے بلکہ تمام اعمال بیکار جائیں گے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے:

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (الاعراف:۵۴)

ترجمہ: (خبردار! کائنات کی ہر چیز کی خلق اور ہر خلق پر اُمر و اختیار صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے)

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی بھی نوع عبادت (مثلاً: سجدہ، طواف، قربانی، نذر و نیاز وغیرہ) کسی غیر اللہ کیلئے روا رکھتا ہو، یا عملاً انجام دیتا ہو، تو اس اس کی توحید ٹوٹ جائے گی، نتیجۃً ایمان باللہ مفقود ہو جائیگا، نتیجۃً روزہ جیسی عبادت کہ جس کی قبولیت کیلئے ایمان

کی صحت شرط ہے بیکار جائیگی؛ کیونکہ عبادت تو صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور یہ مسئلہ مدارِ دین اور اصلِ ایمان ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (البقرۃ:۲۱)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں اپنا پہلا امر جاری کرتے ہوئے فرمایا:

ترجمہ: (اے لوگو! تم صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرو، جو تمہارا اور تم سے پہلے سب کا خالق ہے تاکہ تم (اعمال کی بربادی اور جہنم کے عذاب سے) بچ سکو)

اسی طرح اگر ایک شخص اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے تعلق سے کسی الحاد کا شکار ہو جائے، مثلاً: اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا انکار کردے، یا اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کے بارہ میں مخلوق سے تشبیہ کا مرتکب بن جائے، یا اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں مرضی کی تاویل کر بیٹھے یا اللہ تعالیٰ کی کسی صفت (مثلاً: روزی دینا، غیب کا جاننا وغیرہ) کو کسی مخلوق میں پیدا کردے تو اس کی توحید ٹوٹ جائیگی، نتیجۃً: روزہ (جس کی قبولیت ایمان کی صحت کے ساتھ مشروط ہے) بے کار ہوگیا..... شرک کی اس تباہ کاری کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا عمومی فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (الزمر:۶۵)

ترجمہ: (اور تحقیق آپ کی طرف، اور آپ (ﷺ) سے قبل ہر نبی کی طرف یہ وحی

کی گئی کہ اگر تم نے شرک کرلیا تو تمہارے تمام اعمال برباد ہوجائیں گے.....)

امورِ ایمان میں ایک اہم امر، ایمان بالرسل ہے، رسولوں کی بعثت میں پنہاں سب سے اہم نکتہ کیا ہے؟ وہی جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللهِ﴾ (النساء:٦٤)

ترجمہ: (ہم نے آپ سے قبل جتنے بھی رسول مبعوث فرمائے، صرف اس لیئے کہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے)

سلسلۂ انبیاء ورسل کے خاتم، امام کائنات محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جن کے اس انتہائی محکم ومؤکد حق کو قرآنِ حکیم نے بار بار دہرایا، بلکہ آپ ﷺ کی اطاعت کو، ہدایت کی اساسی شرط قرار دیا: ﴿وَإِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ (النور:٥٤)

ایک اور مقام پر آپ ﷺ کی اطاعت کو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا (اصلِ توحید اور اصلِ دین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے) چنانچہ فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ﴾ (النساء:٨٠)

ترجمہ: (اور جو رسول کی اطاعت کرے گا (صرف رسول ﷺ کی) وہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کررہا ہے)

اب ایمان بالرسل کا اولین تقاضہ یہی ہے کہ تمام امورِ دین میں آپ ﷺ کی اطاعت کی جائے اور آپ ﷺ کے قول وعمل پر کسی کی بات کو مقدم کرنا تو بہت بڑی جسارت ہے اسے کسی حیثیت کے قابل ہی نہ سمجھا جائے.....لیکن اگر کوئی شخص ایمان

بالرسل کے تعلق منہجِ حق واعتدال جو قرآن وحدیث نے پیش کیا ہے سے منحرف ہوکر کسی غلو وتقصیر یا افراط وتفریط کا شکار ہوجائے تو اس کا ایمان ٹوٹ جائیگا، مثلاً: (عشق؟) کرنے پہ آئے تو آپ ﷺ کا مقام اللہ تعالیٰ سے بھی اونچا کردے، اور کوتاہی وتقصیر کی سوجھے تو آپ ﷺ کا مقام اسقدر گھٹادے کہ آپ ﷺ کے فرمانِ عالی یا سنتِ مطہرہ کو ٹھوکر مارتے ہوئے اس کے بالمقابل اپنے اماموں، پیروں یا مولویوں کے فتویٰ کو سینے سے لگالے، محرک کیا ہے؟ صرف گروہی یا مسلکی تعصب (ولاحول ولاقوۃ الاباللہ)

کیا ایسے شخص کی ایمان کی سلامتی برقرار رہ سکتی ہے؟ اس کا روزہ قابلِ قبول وباعثِ اجر ہوسکتا ہے؟ یہاں تو ''ایمانا'' کی اساس فراہم کرنا ضروری ہے جو اس کے مذکورہ کردار کی وجہ سے مفقود ہے۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے ایک عمومی فرمان کو ملاحظہ کرتے جایئے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوْا اللهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا أَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد:٣٣)

ترجمہ: (اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی، اور اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی اور مت برباد کرو اپنی نیکیوں کو)

روزہ کا حکم:

روزہ فرض ہے، اور اس کی فرضیت کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور اجماعِ امت

سے ثابت ہے۔

کتاب اللہ سے دلیل:

﴿یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرۃ:۱۸۳)

یہاں کتب بمعنی فرض ہے (محاسن التاویل للقاسمی (۳/۴۱۴)، (اللباب فی علوم الکتاب لأبی حفص الدمشقی (۳/۲۵۰)

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس کی فرضیت پر دال ہے:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ﴾ (البقرۃ:۱۸۵)

ترجمہ: (تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے)

''لیصم'' لامِ امر کی وجہ سے صیغۂ امر بن چکا ہے، اور امر کا اصل معنی وجوب ہے جو روزے کے فرض ہونے کی دلیل ہے۔

احادیث سے دلیل:

عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ: [بنی الاسلام علی خمس شهادة أن لا اله الا الله وأن محمدا رسول الله واقام الصلاة وایتاء الزکاة وصیام رمضان وحج البیت]

یہ حدیث اسلام کے بنیادی ارکان پر مشتمل ہے، ان ارکان میں سے ایک بنیادی رکن روزہ بھی ہے۔

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں رسول اللہ کے یہ الفاظ منقول ہیں:

[اذا رأیتم الهلال فصوموا.....] یعنی [جب تم رمضان المبارک کا چاند دیکھ لو تو ضرور روزہ رکھو.....] یہاں بھی ''صوموا'' صیغۂ امر ہے جو وجوب کیلئے ہے۔

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[ان الله فرض صیام رمضان علیکم وسنت لکم قیامه.....الحدیث]

(مسند احمد ۱/۱۹۱)، سنن نسائی (۴/۱۵۸)

یعنی [اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض فرمادیئے، اور میں اس کا قیام مسنون قرار دیتا ہوں]

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک شخص نے رسول اللہ سے پوچھا: مجھے ان روزوں کی خبر دیجئے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرض فرمادیئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: [شهر رمضان] یعنی [اللہ تعالیٰ نے تم پر ماہِ رمضان کے روزے فرض فرمادیئے ہیں] اس نے پھر پوچھا: رمضان کے علاوہ بھی کوئی روزے فرض ہیں؟ فرمایا: [لا الا أن تطوع] نہیں، لیکن اگر تم نفلی روزہ رکھنا چاہو تو رکھ لو (وہ بہت موجب اجر ہوگا)

جہاں تک اجماعِ امت کا تعلق ہے تو بہت سے علماء ومحدثین نے روزہ کی فرضیت پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔

ان نصوص سے ثابت ہوا کہ رمضان کا روزہ فرض ہے، ارکانِ اسلام میں سے ایک بنیادی رکن ہے، اس کی فرضیت کا منکر کافر اور مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور

جو شخص روزہ کی فرضیت تو مانتا ہے، لیکن عمل طور پر نہیں رکھتا، اس کے بارہ میں سلفِ صالحین نے بڑا شدید کلام فرمایا ہے۔

امام ذھبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وعند المؤمنين فقرر ان من ترک صوم رمضان بلامرض أنه شرمن الزانی ومدمن الخمربل يشكون فی اسلامه ويظنون به الزندقة والانحلال."

(یعنی سلف صالحین میں یہ بات طے شدہ تھی کہ جو شخص بلا عذر ایک روزہ چھوڑ دے وہ زانی اور شرابی سے بدتر ہے بلکہ سلفِ صالحین تو اس کے مسلمان ہونے میں شک کیا کرتے تھے اور اسے زندیق اور راہِ حق سے کھسکا ہوا قرار دیتے تھے۔)

ابوھریرۃ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنھما فرمایا کرتے تھے: "جو شخص بلا عذر یا بلا مرض ایک روزہ چھوڑ دے، تو پھر زمانہ بھر کے روزے اس ایک روزہ کی قضاء نہیں بن سکتے" اس متن کی ایک مرفوع حدیث بھی بروایت ابوھریرۃ مروی ہے لیکن موقوف اصح ہے (واللہ اعلم)

روزہ کب فرض ہوا

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو ہر نبی اور اس کی امت پر فرض کی گئی، کوئی امت روزہ کی فرضیت سے خالی نہیں رہی، اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (البقرۃ:۱۸۳) اس کی دلیل ہے۔

امام مجاہد کا قول ہے:

"كتب الله عزوجل صوم شهر رمضان على كل أمة" یعنی (اللہ تعالیٰ نے رمضان کا روزہ ہر امت پر فرض کیا تھا۔) (تفسیر قرطبی ۱/۶۵۱)

اللہ تعالیٰ نے سابقہ تمام امتوں پر روزہ فرض قرار دینے کی خبر ہمیں اس لئے دی تاکہ ہماری نظروں میں اس کی اہمیت اور قدر و منزلت مزید بڑھ جائے، مزید رغبت پیدا ہو جائے، نیز یہ کہ روزہ آسان لگنے لگے؛ کیونکہ کوئی بھی مشکل چیز جب عمومیت اختیار کر جائے تو وہ آسان ہو جاتی ہے۔

ہمارے روزے کو سابقہ اقوام کے روزے سے تشبیہ دینا باعتبار اصلِ وجوب ہے، یعنی جس طرح سابقہ اقوام پر روزہ فرض تھا اسی طرح ہم پر بھی فرض ہے یہ تشبیہ باعتبار کیفیتِ صوم نہیں ہے؛ کیونکہ ہمارے اور سابقہ اقوام کے روزہ کی کیفیت میں فرق تھا، چنانچہ ان کا روزہ عشاء کی نماز سے شروع ہو کر غروبِ آفتاب تک جاتا، جبکہ ہمارا روزہ ابتداءِ فرضیت میں اسی طرح تھا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے آسانی پیدا فرماتے ہوئے طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک مقرر فرما دیا۔

سابقہ اقوام نے اپنے روزہ کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا، چنانچہ یہودیوں نے رمضان المبارک کی جگہ روزے کیلئے پورے سال کا صرف ایک دن مقرر کر لیا، جو ان کے زعم میں فرعون کے غرق ہونے کا دن تھا، جبکہ عیسائیوں نے جب یہ دیکھا کہ رمضان المبارک تو شدید گرمی کے موسم میں آتا ہے تو انہوں نے قمری مہینہ کی جگہ ایک

ایسا شمسی مہینہ تجویز کرلیا جو ہمیشہ موسمِ بہار میں آئے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ:۳۱)

ترجمہ: (ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے) میں یہود و نصاریٰ کی اس قسم کی باطل روش کی تفنید و تردید ہے۔

اس لحاظ سے امت محمدیہ بے شمار آفرین اور شاباش کی مستحق ہے کہ جس نے سابقہ اقوام کی روش کے بالکل برعکس روزے کا حق ادا کر دیا، اور کسی بھی مقام پر کسی بھی موسم کی شدت یا روزے کی طوالت ان کے آڑے نہ آسکی اور نہ ہی کسی قسم کی رکاوٹ بن سکی (فللّٰہ الحمد و المنة)

اُمتِ محمدیہ ﷺ پر روزہ کب فرض ہوا؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد ﷺ اور ان کی امت پر پیر کے دن ۲ شعبان ۲ھ میں روزہ فرض فرمایا، گویا رسول اللہ کی بعثت کے پندرھویں سال روزے کی فرضیت نازل ہوئی، اور رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ و مبارکہ میں نو مرتبہ رمضان کا مہینہ آیا۔

روزے کی فرضیت میں اسقدر تاخیر کا سبب بیان کرتے ہوئے علامہ جمال الدین القاسمی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”ولما كان فطم الناس عن مألوفاتها وشهواتها من أشق الأمور وأصعبها تأخر فرضه إلى وسط الاسلام بعد الهجرة لما توطنت النفوس على التوحيد والصلاة وألفت أوامر القرآن، فنقلت إليه

بالتدريج.....“ (محاسن التأویل ۳/۴۱۶)

”چونکہ کھانا پینا اور دیگر شہوات کا ترک لوگوں کیلئے انتہائی مشکل اور دشوار امر ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے (از راہِ شفقت و محبت) روزے کی فرضیت کو ہجرت کے بعد تقریباً وسط اسلام تک مؤخر رکھا، چنانچہ لوگوں کے نفوس اور طبائع توحید اور اقامتِ صلاۃ پر پختہ ہوگئے، اور وہ اوامرِ قرآن سے خوب مانوس ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے روزہ کی فرضیت نازل فرمادی، اور اس میں بھی تدریج کا پہلو پسند فرمایا (تاکہ اس عظیم عبادت کی ادائیگی میں کسی کوتاہی کا مظاہرہ نہ ہونے پائے)“

واضح ہو کہ روزہ کی فرضیت میں تدریج کا مطلب یہ ہے کہ اس کی موجودہ شکل میں حتمی فرضیت تین مراحل میں پایۂ تکمیل کو پہنچی، پہلا مرحلہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو روزہ اور فدیہ میں اختیار دے دیا تھا کہ خواہ روزہ رکھ لو، خواہ روزے کی جگہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دو اور روزہ چھوڑ دو۔

دوسرا مرحلہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صحتمند افراد پر حتمیت و قطعیت کے ساتھ روزہ فرض فرمادیا اور روزہ اور فدیہ کی تخییر کا معاملہ صرف بوڑھے مرد یا عورت کے ساتھ مختص فرمادیا۔

تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ ابتداءِ فرضیت میں روزے کی توقیت نمازِ عشاء سے لیکر اگلے روز غروب آفتاب تک تھی، پھر اسے طلوعِ فجر تا غروبِ آفتاب کردیا گیا، اب روزے کا معاملہ اسی صورت پر مستقلاً استقرار پا چکا ہے (تفصیل کیلئے زاد المعاد لابن القیم ملاحظہ کیجئے)

روزہ کے حِکَم ومقاصد

علماءِ کرام نے روزہ کی بہت سی حکمتیں بیان فرمائی ہیں، جن کا ہم آگے چل کر انتہائی اختصار کے سے تذکرہ کریں گے، لیکن ہمارے نزدیک روزے کی سب سے بڑی حکمت اور سب سے ارفع واعلیٰ مقصد وہ ہے جس کا اللہ رب العزت نے اپنے مقدس کلام میں ذکر فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرۃ:۱۸۳)

ترجمہ: (اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر (صوم) فرض کیا گیا تھا تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو)

گویا روزہ کا مقصد بندوں کو زیورِ تقویٰ سے آراستہ کرنا ہے، جو بندہ اس مقصد کو پا گیا، وہ یقیناً سعادتِ دارین سے ہمکنار ہو گیا؛ کیونکہ دونوں جہانوں کی فلاح ونجاح کے حصول کیلئے تقویٰ ایک نہایت ہی قوی اساس ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَسَارِعُوْا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (آل عمران:۱۳۳)

ترجمہ: (اور اپنے رب کی بخشش کا طرف اور اس کی جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کیلئے تیار کی گئی ہے)

نیز فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا. وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (الطلاق: ۲، ۳)

ترجمہ: (جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے، اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو)

تقویٰ، وقایۃ سے ہے، وقایۃ کا معنی کسی چیز سے بچاؤ حاصل کرنا۔ تقویٰ دنیا میں گناہوں سے بچاؤ کا بڑا موثر اور کارگر عامل اور مضبوط ترین ہتھیار ہے۔

صحیح بخاری ومسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے، رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے: [یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصیام فانہ لہ وجاء]

ترجمہ: [اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہے وہ ضرور نکاح کر لے (کیونکہ نکاح اس کی شرمگاہ کی حفاظتی.....اور نگاہوں کی عفت کا باعث ہے) اور جسے نکاح کی طاقت نہیں وہ روزے رکھے، کیونکہ روزہ اس کی شہوت کی حدت اور شدت کو ماند کر دے گا]

اس کی وجہ بتلاتے ہوئے امام قرطبی فرماتے ہیں: (ترجمہ) ''.....کیونکہ ترکِ طعام یا قلتِ طعام سے حسِ شہوت کمزور ہوگی، اور شہوت کی کمزوری سے معصیتوں کا صدور کم سے کم رہ جائیگا.....''

اسی لئے ایک حدیث میں روزہ کو ڈھال کہا گیا ہے، یعنی ایسی ڈھال جو روزے دار کا گناہوں سے دفاع کرتی ہے، چنانچہ حافظ ابن خزیمہ اپنی صحیح میں روایت لائے ہیں:

عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: [الصیام جنة من النار کجنة أحدکم من القتال] (۳/۱۸۹۱)

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: [روزہ جہنم کی آگ کے خلاف ڈھال ہے، جیسے جنگ میں تم دشمن کے خلاف ڈھال استعمال کرتے ہو]

جبکہ مسند احمد (۲/۴۰۲) میں ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان یوں منقول ہے:

[الصیام جنة وحصن حصین من النار] یعنی [روزہ جہنم کی آگ سے بچانے کیلئے ایک مضبوط ڈھال اور محفوظ ترین قلعہ ہے]

واضح ہو کہ جہنم کی آگ سے بچاؤ تب ہی ممکن ہوگا جب دنیا میں گناہوں سے بچاؤ حاصل ہو، اس کیلئے روزہ زبردست معاون ہے۔ بالفاظِ دیگر روزے دار کیلئے دورانِ روزہ معصیتوں سے گریزاں رہتے ہوئے صرف ایسے اعمال سرانجام دینا ضروری ہیں جو نیکی، اطاعت اور خیر وصلاح کے زمرے میں آتے ہوں۔

الغرض روزہ ایک ایسی یونیورسٹی ہے جو انسان کی گناہوں سے بچاؤ کی اساس پر مسلسل تربیت کرتے کرتے اسے کندن بنا دیتا ہے۔ تربیت کا یہی معیار ومستوی، عین تقویٰ ہے، جسے روزے کی مقصدیت کے طور پر ﴿لعلکم تتقون﴾ کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ یہی تقویٰ روزے کی، بلکہ ہر نیکی کی قبولیت کی علامت ہے،

لقولہ تعالیٰ ﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾ (المائدۃ: ۲۷)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے)

روزہ کی اسی حقیقت وحکمت کے پیشِ نظر امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ''منہاج القاصدین'' میں روزے کے تین مراتب بیان فرمائے ہیں:

(۱) عام لوگوں کا روزہ۔

(۲) خاص لوگوں کا روزہ۔

(۳) خاص الخاص لوگوں کا روزہ۔

عام لوگوں کا روزہ صرف پیٹ اور شرمگاہ کی خواہشات اور شہوات سے بچاؤ کا نام ہے، خاص لوگوں کا روزہ پیٹ اور شرمگاہ کی خواہشات وشہوات سے بچاؤ کے ساتھ ساتھ، نگاہ، زبان ہاتھ پاؤں، کان اور دیگر اعضاء کو ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رکھنے کا نام ہے۔

جبکہ خاص الخاص لوگوں کا روزہ یہ ہے کہ مذکورہ تمام امور کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے قلب کو بھی اس قدر محفوظ بنالیں کہ اس میں ایسے افکار وخیالات کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے یا دور کرنے کا سبب بن جائیں۔

واضح ہو کہ علماءِ کرام نے روزہ کی مزید بہت سی حکمتیں بیان فرمائیں ہیں، ہم انتہائی اختصار کے ساتھ بعض حکمتوں کا ذکر کرتے ہیں، بلکہ شیخ عبداللہ آل بسام نے

''تیسیر العزیز العلام شرح عمدۃ الاحکام'' (۱/۴۲۱) میں انتہائی جامعیت کے ساتھ روزہ کی دینی، اجتماعی، اخلاقی اور صحتِ انسانی کے متعلق کچھ حکمتیں بیان فرمائی ہیں، انہی کے نفیس کلام کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے۔

'' روزہ کے مکمل اسرار وحکم اس مختصر سی کتاب میں ہرگز نہیں سما سکتے ہم ان بہت سی حکمتوں میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہیں تا کہ قارئین کرام کو اللہ تعالیٰ کے اسرارِ شریعت سے کچھ آگاہی ہو، اس طرح ان کے ایمان اور یقین میں اضافہ ہوجائے، جبکہ آج اکثر لوگوں کا عقیدہ وایمان ڈگمگا رہا ہے۔

روزہ کی بلند ترین حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان عبادت ہے، چنانچہ روزہ دار غلبہ شہوت کا قلع قمع کرتے ہوئے مکمل خشوع وخضوع کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ نفسِ انسانی جب خوب سیر ہوتو اسے مستی سوجھتی ہے ﴿كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ. أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ﴾

ترجمہ: (سچ مچ انسان تو آپے سے باہر ہوجاتا ہے، اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بے پرواہ (یا تونگر) سمجھتا ہے) (العلق:۶،۷)

لیکن روزہ رکھ کر انسان جب بھوک اور پیاس کی شدت کی بناء پر اپنے عجز وضعف کو ملاحظہ کرتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ نفس کے کبر اور بڑائی کی تو کوئی حقیقت نہیں، نتیجۃً وہ اپنے رب کیلئے بھی مسکین ورقیق القلب ہوجائے گا، اور مخلوقات کیلئے بھی نرم دل۔

روزہ کی اجتماعی حکمت یہ ہے کہ پوری خلق ایک ہی وقت میں ایک عبادت پر مجتمع ہوتی ہے، چنانچہ خواہ کوئی طاقت ور ہو یا کمزور، شریف ہو یا وضیع، مالدار ہو یا فقیر سب نے ایک ساتھ ہی روزہ شروع کرنا ہے اور ایک ہی وقت میں افطار کرنا ہے، سب نے اکٹھے بھوک اور پیاس کی تکلیف کو جھیلنا ہے..... یہ چیز قلوب وارواح میں باہمی ربط، الفت اور محبت پیدا کرنے کا عظیم سبب بن جائے گی، لوگ ایک دوسرے کے ساتھ شفقت ورحمت کا برتاؤ کرینگے، بالخصوص مالدار کہ جنہیں بھوک اور پیاس برداشت کر کے معاشرہ کے غریب، تباہ حال اور پسے ہوئے اپنے بھائیوں کی بھوک اور پیاس کا احساس ہوگا..... وہ یہ بات سوچنے پر مجبور ہوگا کہ وہ بھوک اور پیاس جسے اس نے صرف ایک ماہ مشکل سے برداشت کیا، اس کا غریب بھائی اور اس کا پورا کنبہ پورا سال برداشت کرتا اور جھیلتا ہے، اس سے یقیناً اس کے دل میں سخاوت کا احساس پیدا ہوگا، دلوں کی تفریق، عداوتیں اور رنجشیں دور ہونگی، ان کی جگہ محبت اور بھائی چارہ کی فضاء استوار ہوگی، نتیجۃً تمام طبقاتِ انسانی میں وہ سلامتی رائج ہوجائے گی جو دینِ اسلام کو مطلوب ہے۔

روزہ کی اخلاقی وتربوی حکمت یہ ہے کہ صبر وتحمل کا درس دیتا ہے، عزیمت وارادہ کو قوت واستحکام بخشتا ہے، مشاکل ومصائب کا حملہ ہوتو خندہ پیشانی سے جھیلنے بلکہ ان کا مقابلہ کر کے انہیں زیر کرنے کی ٹریننگ دیتا ہے۔

روزہ صحتِ انسانی کے تعلق سے بڑی پُر حکمت عبادت ہے، چنانچہ انسانی معدہ

بیماریوں کا گھر ہے اور پرہیز (خلوِ معدہ) تمام دواؤں کی سردار ہے، معدے کو آرام وراحت کا وقفہ چاہئے، کیونکہ بلاناغہ اور مسلسل کھانے پینے کی وجہ سے وہ بُری طرح تھکاوٹ کا شکار ہوجاتا ہے، لہذا اس طویل ترین مشقت کے بعد اسے اس کے آرام کا مکمل حصہ دستیاب ہونا چاہئے تاکہ وہ استراحت کے اس وقفہ میں جسم سے زائد فضلات اور فاسد اخلاط کو جارج کرکے، نیز جسم میں جمی ہوئی زائد چربی کو پگھلا کر ازسرِنو ہضمِ طعام کیلئے فعال اور روادواں ہوجائے۔" (انتھیٰ بتغیر یسیر)

فرانسیسی ڈاکٹر "کالبا" کی رائے

"کھانے اور بار بار کھانے سے معدہ کا بھرا رہنا سینکڑوں بیماریوں کے پیدا ہونے کا موجب ہے، میں نے مسلمانوں کا ایک مقولہ سن رکھا ہے: "معدہ بیماریوں کا گھر ہے روزہ کی صورت میں پرہیز اصلِ علاج ہے" یہ اتنا سنہری اور زریں اصول ہے کہ میں اس انتہائی حکیمانہ قاعدے پر ایک لفظ کا اضافہ نہیں کرسکتا، میرے خیال میں اسلام نے روزہ کی صورت میں دنیا بھر کی طب کا نچوڑ پیش کردیا ہے۔" (مناھج الشریعۃ الاسلامیۃ: ۱/۱۰۲)

امریکی ڈاکٹروں کی رائے:

ایک امریکی ڈاکٹر" بندکیٹ" کی رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلسل کھانے پینے سے دل کے اردگرد چربی اور چکنائی جم جاتی ہے، جبکہ اس کے ازالے اور خاتمے کیلئے روزہ کا کردار بڑا حیرت انگیز ہے، روزہ تمام داخلی اعضاء کی صحت کی بحالی اور خون کی صفائی

کیلئے ایک مؤثر عامل ہے۔

ایک اور امریکی ڈاکٹر" انبئون سٹیکر" کی رائے کے مطابق جو شخص سال میں صرف اکیس روزے مسلسل رکھ لے تو وہ طاقت اور شباب کے اعتبار سے دس سال پیچھے لوٹ جاتا ہے۔

ایک ضروری تنبیہ: صحتِ انسانی کے تعلق سے روزہ کی اس حکمت سے وہی لوگ کماحقہ مستفید ہوسکتے ہیں جو افطاری اور سحری کے موقعہ پر کم اور سادہ خوراک پر انحصار کرتے ہیں، اگر ایک شخص دن بھر فاقہ برداشت کرنے کے بعد شام کو افطاری کیلئے انواع واقسام کے کھانوں سے دسترخوان بھرلے اور پھر یوں ٹوٹ پڑے کہ کھانا کم اور ٹھونسنا زیادہ محسوس ہورہا ہو، اسی طرح سحری کے کھانے پر یوں طبع آزمائی کررہا ہو کہ گویا وہ زندگی کا آخری کھانا کھارہا ہے، تو وہ مذکورہ عظیم الشان حکمت سے قطعاً مستفید نہیں ہوسکتا۔

دوسری تنبیہ: واضح ہو کہ روزہ ایک عبادت ہے اور اس کا مقصد، اول وآخر اللہ تعالیٰ کی رضاء جوئی ہے، جن حکمتوں کا ذکر ہوا یہ سب ثانوی مقاصد یا فوائد ہیں جو اسرارِ صوم کے طور پر پیش کیئے جاسکتے ہیں۔

فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان اپنی کتاب" الملخص الفقھی" میں روزہ کی کچھ مزید حکمتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والحکمۃ فی شرعیۃ الصیام .....یعنی روزہ کو مشروع قرار دینے کی

حکمت تزکیہ نفس ہے، نیز اسے ردی اخلاط اور رذیل اخلاق سے پاک کرنا بھی مقصود ہے، کیونکہ شیطان تو انسان کی رگوں میں گردش کرتا ہے اور روزے سے (کھانا نہ کھانے کی وجہ سے) رگوں میں تنگی پیدا ہوتی ہے جس سے گویا شیطان کا راستہ تنگ ہوجاتا ہے، جبکہ بسیار خوری رگوں کی کشادگی کا باعث ہے، جو شہوات کی وسعت، ارادے کے ضعف اور عبادت میں قلتِ رغبت پر منتج ہوتی ہے، روزہ سے انسان ان تمام منفی عوارض سے محفوظ رہتا ہے، بلکہ روزہ انسان کو زاہد بنا دیتا ہے اور آخرت کی رغبت بڑھا دیتا ہے۔(المخلص الفقهی: ۱/۳۷۴)

واضح ہو کہ روزے کے اسرار و حکم بہت طویل ہیں، ہم اس مختصر سے رسالہ میں اسی قدر پر اکتفاء کرتے ہیں اور اس بحث کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو نقل کر کے سمیٹتے ہیں:

﴿قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ (الفرقان:٦)

ترجمہ: (کہہ دیجئے اسے تو اس اللہ نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے)

گویا اللہ تعالیٰ ہر چیز کے اسرار و حکم کو جانتا ہے، اگر وہ کسی چیز کا حکم دیتا ہے تو دنیا و آخرت میں اس کی افادیت و منفعت کے تعلق سے اس کے اسرار و رموز جانتا ہے، تب ہی اس عمل کے انجام دینے کا حکم ارشاد فرماتا ہے.....اور اگر کسی چیز سے روکتا ہے تو دنیا و آخرت میں اس کے اضرار و مفاسد کے تعلق سے اس کے اسرار سے واقف

ہوتا ہے، تب ہی اس چیز سے بچنے اور دور رہنے کا حکم ارشاد فرماتا ہے، لہذا اس نے ہمیں روزے کا حکم دیا، خوب تاکید فرمائی اور خوب اہتمام کا امر فرمایا اس لئے کہ وہ روزے کی حکمتوں اور دنیا و آخرت میں اس کی منفعتوں سے خوب واقف اور باخبر ہے، ہمارا کام صرف اس کے امر کی تنفیذ ہے۔

روزہ کے فضائل

روزہ کے بے شمار فضائل وخصائص ہیں، جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں، ہم اختصار کے ساتھ چند ایک کا تذکرہ کیئے دیتے ہیں:

روزہ کی فضیلت قرآن پاک سے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصَّآئِمَاتِ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِيْنَ اللهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ اَعَدَّ اللهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب:۳۵)

ترجمہ: (بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبردار عورتیں راست باز مرد اور راست باز عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والیاں بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں، ان (سب) کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان مردوں اور عورتوں کے وہ اوصاف ذکر کیئے ہیں جن کی بناء پر وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اجرِ عظیم کے مستحق قرار پاتے ہیں، ان صفات میں ان کا روزے رکھنا بھی شامل ہے، نیز ان کی ایک اور صفت ''صبر'' بھی مذکور ہے اور صبر کا سب سے بڑا مظہر روزہ ہے۔

جامع ترمذی میں بسندِ حسن ایک روایت مذکور ہے، جس کے راوی بنو سلیم کے ایک صحابی ہیں، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [.....والصوم نصف الصبر] یعنی [روزہ آدھا صبر ہے۔] نیز ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع حدیث جس کے الفاظ ہیں: [الطاعم الشاکر بمنزلة الصائم الصابر] یعنی [کھانے پینے والا شکر گزار، صبر کرنے والے روزہ دار جیسا ہے۔] میں بھی روزے کا صبر کے ساتھ گہرا تعلق عیاں ہے (اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی نے بسندِ صحیح روایت کیا ہے)

دوسری آیتِ کریمہ: ﴿اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (التوبۃ:۱۱۲)

ترجمہ: (وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، (راہِ حق میں سفر کرنے والے) رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بُری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے ہیں اور ایسے مؤمنین کو آپ خوشخبری سنا دیجئے)

روزے کے فضائل احادیث سے

رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث میں روزہ کے فضائل ومحاسن مذکور ہیں، اس سلسلہ کی سب سے جامع اور منفرد حدیث صحیح بخاری ومسلم میں بروایت محدثِ امت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ منقول ہے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال :[كل عمل ابن آدم له،الحسنة بعشر أمثالها الى سبع مائة ضعف،قال الله عزوجل الا الصيام فانه لی وأنا أجزی به،انه ترک شهوته وطعامه وشرابه من أجلی.للصائم فرحتان:فرحة عند فطره،وفرحة عند لقاء ربه، ولخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسک]

ترجمہ:ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[ابن آدم کا ہر عمل اس کیلئے (اس طرح باعثِ اجر ہے) کہ ایک نیکی دس گنا سے لیکر سات سو گنا کے برابر ہوجاتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:سوائے روزہ کے ،بے شک وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دونگا،کیونکہ بندہ اپنی (جائز) خواہشاتِ نفس اور کھانا پینا میرے لئے چھوڑتا ہے۔روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں :ایک افطار کے وقت دوسری اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت۔روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کو کستوری کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے]

اس حدیث میں روزہ کے تین منفرد فضائل مذکور ہیں،ہم افادیت اور ترغیب وتحریض

کیلئے قدرے تفصیل سے ان کی وضاحت پیش کرنا چاہتے ہیں:

پہلی فضیلت کا تعلق روزہ کے اجر سے ہے،جس کی تفصیل یہ ہے کہ ہر نیکی کا اجروثواب دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے جو یقیناً بہت بڑا ثواب ہے،لیکن روزہ کا اجر اس معین تعداد میں محدود یا محصور نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے اجر میں بلاحصر وشمار اضافہ فرمادیتا ہے۔

اس طرف قرآنِ حکیم نے بھی اشارہ کیا ہے،اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (الزمر:۱۰)

یعنی (صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جاتا ہے۔)

یہ بات معلوم ہے کہ صبر کا سب سے بڑا مظہر روزہ ہے،ایک حدیث میں روزہ کو پورے صبر کا نصف قرار دیا گیا ہے؛ کیونکہ روزہ وہ عبادت ہے جو صبر کی تینوں اقسام کو جمع کئے ہوئے ہے،صبر کی تین قسمیں یہ ہیں:

(۱) صبر على طاعة الله ،یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت پر صبر،چنانچہ روزہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرض ہے،اور بندہ پورے صبر کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کرتا ہے۔

(۲) صبر عن محارم الله ،یعنی جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمادیا ان کے ترک پر پورے صبر کے ساتھ قائم رہنا،چنانچہ روزہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے اور شہواتِ نفس کو حرام قرار دے دیا ہے،روزہ دار ان تمام چیزوں کو پورے صبر کے ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔

(۳) صبر علی اقدار اللہ المؤلمة ،یعنی اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں انسان کیلئے جو تکالیف لکھ دی ہیں انہیں پورے صبر واستقامت کے ساتھ برداشت کرنا، چنانچہ روزہ دار کو روزہ کی حالت میں بھوک اور پیاس کی تکلیف لاحق ہوتی ہے، بالخصوص اس وقت جب دن انتہائی گرم اور طویل ہو۔

معلوم ہوا کہ صبر جس کا صلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بے حساب ہے، روزہ کے اندر پوری طرح موجود ہے اسی لئے روزہ کا اجر بھی بے حد وحساب ذکر کر دیا گیا (روزہ کے اجر کا بیحد وحساب ہونا انسانوں کے تعلق سے ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز کی مقدار سے باخبر ہے)

واضح ہو کہ مذکورہ حدیثِ ابوھریرۃ کا پہلا جملہ صحیح بخاری میں اس طرح بھی مروی ہے:[کل عمل ابن آدم له الا الصيام فانه لی]یعنی (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) ابن آدم کا ہر عمل اسی کیلئے ہے، سوائے روزہ کے، کہ بے شک وہ میرے لئے ہے۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے جملہ عبادات میں سے روزہ کو اپنے نفس کیلئے خاص فرمایا ہے، اس اختصاص کی بہت سی وجوہ ذکر کی گئی ہیں، جن میں سے دو وجوہ قابلِ ذکر ہیں۔

(۱) روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں انسان ایک طویل عرصہ کیلئے اپنے نفس کی طبعی خواہشات چھوڑ دیتا ہے، یہ تکلیف کسی اور عبادت میں نہیں پائی جاتی، بحالتِ حج (احرام) صرف ترکِ جماع کا حکم ہے، کھانا پینا جائز ہے، بحالتِ نماز اگرچہ کھانا پینا اور دیگر خواہشات کا ترک ضروری قرار دیا گیا ہے لیکن یہ حکم تکلیف دہ نہیں ہے

کیونکہ نماز کا دورانیہ بہت کم ہے، اس میں بھی اگر بندے کو کھانے کی طلب ہو اور کھانا موجود ہو تو شریعت نے نماز پڑھنے سے روک دیا ہے اور کھانا کھا کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:[عشاء کی نماز اور رات کا کھانا دونوں تیار ہوں تو پہلے کھانا کھالو]

لیکن روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں بہر صورت پورے دن کیلئے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، گرم ہو یا سرد، کھانا پینا چھوڑنا ضروری ہے، اور روزہ دار بھوک اور پیاس کی اس مشقت کو برداشت کرتا ہے حتی کہ تنہائی میں لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہونے کے باوجود بھی ایک قطرۂ آب یا ایک لقمۂ طعام تک اپنے حلق سے نیچے نہیں اتارتا، لہذا اللہ تعالیٰ نے اس کی اس محنت کی قدر کی اور روزہ کو اپنے لئے خاص فرمالیا، بعض علماء سلف کا قول ہے کہ وہ شخص کتنی بشارتوں کا مستحق ہے جو انواع واقسام کی نعمتوں اور شہوتوں کو جو کہ سامنے موجود ہوتی ہیں چھوڑ دیتا ہے، محض اللہ تعالیٰ کے ایسے وعدوں کی بنیاد پر جو پردۂ غیب میں ہیں اور معلوم نہیں کب حاصل ہوں۔(واللہ المستعان)

واضح ہو کہ مذکورہ حدیثِ ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کا پہلا جملہ صحیح بخاری میں ایک دوسری سند کے ساتھ اس طرح وارد ہے:[لكل عمل كفارة والصوم لی وأنا اجزی به .....الحدیث]یعنی (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) ہر عمل کیلئے کفارہ ہوتا ہے جبکہ روزہ میرے لئے ہے اور میں نے اس کی جزاء ضرور دینی ہے۔(صحیح بخاری رقم الحدیث ۷۵۳۸)

اس حدیث میں روزہ کی ایک نہایت منفرد اور عظیم الشان فضیلت مذکور ہے، جس
کی تفصیل اس طرح ہے کہ ہر عمل یا عبادت بندے کیلئے کفارہ کے طور پر ہے، کفارہ
ہونے کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ بندہ جو گناہ کرتا ہے وہ روزہ کے علاوہ بقیہ اعمال
صالحہ کی برکت سے معاف ہوجاتے ہیں اور یہی ان اعمال کی جزاء ہے، اب حصول
ثواب اور دخولِ جنت کیلئے کوئی عظیم عمل چاہئے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ عمل روزہ ہے
جو میرے لئے ہے اور میں نے اس کی یہ جزاء ضرور دینی ہے۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن حقوق العباد کے سلسلہ میں بندے کی نیکیاں
اصحابِ حقوق میں ایک ایک کر کے تقسیم ہونگی، جب روزہ باقی رہ جائیگا جو اللہ تعالیٰ
کیلئے ہے اور جس کی جزاء اللہ تعالیٰ نے ضرور دینی ہے، تو اللہ تعالیٰ روزہ کو تقسیم ہونے
سے بچالے گا اور بندہ کے بقیہ حقوق اپنے ذمہ لے لیگا اور اسے روزہ کی برکت سے
جزاء عطا فرما کے جنت میں داخل کردے گا۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اسی نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''هذا من أجود الأحاديث وأحكمها ،اذا كان يوم القيامة يحاسب
الله عبده،ويؤدي ماعليه من المظالم من سائر عمله ،حتى لايبقى إلا
الصوم، فيتحمل الله عزوجل مابقي عليه من المظالم ، ويدخله
بالصوم الجنة'' (شعب الایمان للبیہقی (۳/۲۹۵)

یعنی روزہ کے فضائل میں یہ حدیث سب سے عمدہ اور ٹھوس ہے، قیامت کے دن

اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کا حساب لے گا اور اس کے مظالم کے سلسلہ میں حقداروں
میں اسکی تمام نیکیاں تقسیم فرمادے گا، آخر میں روزہ باقی رہ جائیگا، تو اللہ تعالیٰ اسکے بقیہ
مظالم اپنے ذمہ لے لیگا اور روزہ کی برکت سے اس شخص کو جنت میں داخل کردے گا۔

حافظ ابن رجب الحنبلی البغدادی رحمہ اللہ اس پر یوں تعلیق قائم کرتے ہیں:

(ترجمہ) روزہ چونکہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، اور اللہ تعالیٰ نے لازماً اسکی جزاء دینے کا
وعدہ فرمایا ہے، لہذا اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک محفوظ ذخیرہ کی شکل میں موجود
ہے، بندے کے بقیہ اعمال کفارۂ ذنوب یا قصاصِ حقوق میں خرچ ہوجائیں گے اور
اس کے روزے دخولِ جنت کا باعث بن جائیں گے۔

اسی قسم کا قول مشہور تابعی سعید بن جبیر سے بھی منقول ہے

(۲) روزہ کے اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ایک ایسی
عبادت ہے جو بندے اور اسکے پروردگار کے درمیان ایک خفیہ اور سرّی معاملہ ہے،
جس پر دوسرا کوئی شخص مطلع نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ روزہ نیتِ باطنہ کا نام ہے، نیز روزہ دار
کے ترکِ طعام وشراب کا معاملہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، وہ تنہا بیٹھا ہونے اور بھوکا و پیاسا
ہونے کے باوجود کھانے یا پانی کے قریب تک نہیں پھٹکتا، تیسری بات یہ ہے کہ ہر
عبادت مثلاً: نماز، زکوٰۃ، حج، عمرہ، قربانی اور جہاد وغیرہ ظاہری عمل پر مشتمل ہے جو
دوسروں کو دکھائی دیتی ہے، لیکن روزہ ایک ایسی خفیہ اور سرّی عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ
کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں دیکھ پاتا، لہذا یہ عبادت ریاء کاری سے بالکل پاک ہے، اسی

لئے اللہ تعالیٰ نے روزہ کو اپنی ذات کیلئے خاص فرمالیا۔

حدیث میں مذکور دوسری فضیلت

[للصائم فرحتان .....الحدیث] یعنی روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں: ایک افطار کے وقت دوسری اس وقت جب وہ اپنے رب سے جا ملے گا۔

افطار کے وقت خوشی حاصل ہونے کے کئی اسباب ہیں: ایک یہ کہ دن بھر بھوک اور پیاس کی تکلیف برداشت کرنے کے بعد اب کھانے اور پینے کا وقت آ گیا، تو خوشی حاصل ہونا ایک طبعی امر ہے۔ خوشی حاصل ہونے کا دوسرا سبب اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، چنانچہ روزہ دار نے اگر کھانا پینا چھوڑا تو اللہ کے حکم سے اور اب کھانا پینا شروع کر رہا ہے تو وہ بھی اللہ کے حکم سے، اور ظاہر ہے کہ ایک مؤمن اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل کر کے خوشی محسوس کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روزہ میں وصال سے منع فرمایا ہے (یعنی سحری سے سحری تک روزہ رکھنا) جس کا معنی یہ ہوا کہ افطار کے وقت کھانا ضروری ہے، تو یہ کھانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری پر محمول ہوگا، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے موجب اجر ہوگا اور روزہ دار کیلئے باعثِ خوشی۔

ویسے بھی اطاعت گذار بندے کا کھانا پینا اللہ تعالیٰ کی محبت و رضاء کا موجب ہے جس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے:

[إن الله ليرضىٰ عن عبده أن يأكل الأكلة فيحمده عليها ويشرب الشربة فيحمده عليها]

ترجمہ: [بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے خوب راضی ہوتا ہے جو کھانا کھا کر اور پانی پیکر اس کی حمد وثناء بیان کرے۔] تو افطار کا وقت روزہ دار کو کیوں نہ خوش کرے کہ وہ ایک عظیم عملِ اطاعت سے فارغ ہوا چاہتا ہے اور کھانا پینا شروع کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی جاری ہے، تو یہ چیز بھی روزہ دار کی خوشی کا باعث بنتی ہے۔ پھر اگر افطار کے موقع پر کھاتے پیتے ہوئے یہ نیت کر لے کہ بدن کچھ طاقت حاصل کر لے تا کہ رات کا قیام آسان اور ممکن ہو جائے تو یہ نیت اضافی طور پر موجب اجر ہوگی اور روزہ دار کی خوشی کا باعث بنے گی۔ پھر ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ اس وقت کھانے پینے کا اجر روزہ کے اجر سے کچھ کم نہیں ہے، جس کی دلیل جامع ترمذی، مسندِ احمد اور مستدرک حاکم وغیرہ میں ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ صحیح حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [الطاعم الشاكر بمنزلة الصائم الصابر] یعنی کھانے پینے والا شکر گزار، صبر کرنے والے روزہ دار جیسا ہے۔ تو یہ چیز بھی روزہ دار کو خوش کر دے گی کہ اس کا افطاری تناول کرنا روزہ ہی کی طرح باعثِ اجر ہے (یہ ثواب اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اسکا کھانا پینا خالص حلال کا ہو)

افطار کے وقت خوشی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ یہ قبولیتِ دعا کا وقت ہے جسکی دلیل سنن ابن ماجہ کی یہ صحیح حدیث ہے: [ان للصائم عند فطره دعوة ما ترد] یعنی (افطار کے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی۔) یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو بندۂ مومن کیلئے سب سے بڑی بشارت قرار دی جا سکتی ہے۔

روزہ دار کو دوسری خوشی اس وقت لاحق ہوگی جب وہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے گا، مرنے کے بعد انسان سب سے زیادہ مدد اور سہارے کا محتاج ہوتا ہے، روزہ کا اجر چونکہ محفوظ رہتا ہے حتی کہ اصحابِ حقوق بھی وہ اجر نہیں لے سکتے، اور وہ اجر بھی بے حد وحساب ہے تو یہ چیز یقیناً اسے خوش کردے گی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا﴾

ترجمہ: (اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر سے بہتر اور ثواب میں بہت زیادہ پاؤ گے) (المزمل: ۲۰)

جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ (الحاقۃ: ۲۴)

ترجمہ: (مزے سے کھاؤ، پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کیئے) امام مجاہد کا قول ہے: ''یہ آیت روزہ داروں کے بارہ میں اتری ہے'' امام وکیع فرماتے ہیں: ''ایام خالیة'' سے مراد، ایامِ صوم ہیں۔''

ابونصر بشر بن الحارث جن کا کبار صالحین میں شمار ہوتا تھا، اور جن کے زھد وورع کے بہت سے واقعات مشہور ہیں، کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، جس رات فوت ہوئے کسی نے خواب دیکھا کہ ان کے آگے ایک بہترین دسترخوان بچھا ہے اور وہ کھانا تناول فرمارہے ہیں، اور ایک فرشتہ مسلسل کہہ رہا ہے: ''اے وہ شخص! جو دنیا میں کھاتا پیتا نہیں تھا (اشارہ روزوں کی طرف ہے) خوب کھاؤ اور پیو'' (صفۃ الصفوۃ

۲/۲۳۵) ایک اور شخص نے انہیں خواب میں دیکھا اور ان کا حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو میرے کم کھانے کا علم ہے (روزے کی طرف اشارہ ہے) لہذا اس نے مجھے اپنے دیدار کی اجازت دے دی ہے'' (لطائف المعارف لابن رجب ۲۹۹)

واضح ہو کہ ایک مؤمن کیلئے یہی بشارت کافی ہے کہ اسے اس کا پروردگار ملاقات کے وقت خوش کردے، اور یہ عظیم مقام ومرتبہ روزہ کی بدولت حاصل ہوسکتا ہے۔

تیسری فضیلت :[ولخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسک] یعنی روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کو کستوری سے زیادہ محبوب ہے۔

روزہ دار کے منہ کی بُو معدہ خالی ہونے کی بناء پر پیدا ہوتی ہے، دنیا میں یہ بُو لوگوں کیلئے ناپسندیدہ ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ محبوب ہے؛ کیونکہ یہ بُو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے نتیجہ میں پیدا ہوئی، اس کی دوسری مثال شہید کے خون سے دی جاسکتی ہے، جس کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: [قیامت کے دن شہید اس طرح آئے گا کہ اس کی شہ رگ سے خون اُبل رہا ہوگا، رنگ تو خون کا ہوگا لیکن خوشبو کستوری کی ہوگی]

روزہ دار کے منہ کی بُو چونکہ عنداللہ مشک سے افضل ہے، لہذا اس خوشبو کی اللہ تعالیٰ تشہیر فرمائے گا، یہ تشہیر قیامت کے دن ہوگی، چنانچہ اہلِ صوم کی خوشبو دور دور تک پھیلی ہوگی، جسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں روزہ چونکہ بندے اور پروردگار کے درمیان ایک بہت ہی خفیہ معاملہ تھا، لہذا آج روزِ قیامت اللہ تعالیٰ بہترین صلہ کی صورت میں مشک کی

خوشبو کے ساتھ اسکی تشہیر فرما رہا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی روزہ دار سے محبت کی علامت ہے

یہ تشہیر دنیا میں بھی ممکن ہے جس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کثرت سے روزے رکھنے والے کچھ لوگ جب فوت ہوتے ہیں تو دفن کے وقت ان کی قبر سے بہت عمدہ خوشبو پھیل جاتی ہے، حافظ ابن الجوزی نے صفۃ الصفوۃ میں عبداللہ بن غالب، جو نفلی نمازوں اور روزوں کا خوب اہتمام کیا کرتے تھے کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا اور انہیں دفن کیا گیا تو انکی قبر کی مٹی سے مشک کی خوشبو پھوٹ پڑی، ایک شخص نے انہیں خواب میں دیکھا اور اس خوشبو کا سبب پوچھا، فرمایا: یہ تلاوتِ قرآن اور پیاس برداشت کرنے کی خوشبو ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے اچھے خواب جو انسان خود دیکھے یا اس کے بارہ میں کوئی دوسرا دیکھے مبشرات قرار دیئے ہیں، ایک حدیث میں انہیں نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)

دنیا میں اس خوشبو کے پھیلنے کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے روزہ دار بندے کی محبت اور پیار لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے، یہ محبت بھی ایک طرح کی معنوی خوشبو ہے، جامع ترمذی اور مستدرک حاکم میں، حارث الاشعری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک طویل صحیح حدیث مروی ہے، جس میں زکریا علیہ السلام نے بہت سے نیک اعمال کی مثالیں دی ہیں، اس حدیث کے مطابق انہوں نے روزہ کی مثال یہ دی ہے، ''ترجمہ'': [میں تمہیں روزے کا حکم دیتا ہوں، روزہ کی مثال اس شخص جیسی ہے جو

ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہو، اس کے پاس مشک سے بھری ہوئی تھیلی ہو، جسکی خوشبو پھیلی ہو اور وہ پوری جماعت اس سے محظوظ ہو رہی ہو، اور روزہ دار کی خوشبو تو اللہ تعالیٰ کو کستوری سے زیادہ محبوب ہے]

نوٹ: اسی لئے بہت سے علماء نے دن کے آخری حصہ میں روزہ دار کا مسواک کرنا ناپسند کیا ہے۔ (وھو قول وجیہ، واللہ اعلم)

روزہ کی فضیلت میں دیگر احادیث

واضح ہو کہ روزہ کی فضیلت میں اور بہت سی احادیث وارد ہیں:

عن أبی أمامة رضی اللہ عنه قال: قلت یا رسول اللہ مرنی بعمل قال علیک بالصوم فانه لاعدل له، قلت: یارسول اللہ مرنی بعمل قال: علیک بالصوم فانه لاعدل له،: قلت یارسول ﷺ مرنی بعمل، قال: علیک بالصوم فانه لاعدل له، (نسائی، ابن خزیمہ)

ترجمہ: ابوامامۃ الباھلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں میں نے کہا: اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ مجھے کسی عمل کا حکم فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: [روزہ کو لازم پکڑ لو، کیونکہ اسکے مثل کوئی عمل نہیں]، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کسی (اور) عمل کا حکم فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: [روزہ کو لازم پکڑ لو، کیونکہ اس کے مثل کوئی عمل نہیں]، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کسی (اور) عمل کا حکم فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: [روزہ کو لازم پکڑ لو، کیونکہ اسکے مثل کوئی عمل نہیں]

عن ابی هریرة رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال :[اذا جا
رمضان فتحت أبواب الجنة وغلقت أبواب النار وصفدت الشياطين
(رواه البخاری)وفی روایة لمسلم [فتحت أبواب الرحمة]

ترجمہ: ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[جب
رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور جہنم کے دروازے
بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے] (بخاری ومسلم، مسلم
میں رحمت کے دروازے کھول دیئے جانے کا ذکر ہے)

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال :قال رسول الله ﷺ :[اذا كان
أول ليلة من شهر رمضان صفدت الشياطين ومردة الجن وغلقت
أبواب النار فلم يفتح منها باب وفتحت أبواب الجنة فلم يغلق منه
باب وينادی مناد يا باغی الخير أقبل ويا باغی الشر أقصر ولله عتقا
من النار ذلك كل ليلة] (الترمذی، النسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ)

ترجمہ: ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[جب
رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جا
ہے، جہنم کے تمام دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی ایک دروا
بھی نہیں کھولا جاتا، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کو
ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا، اور ایک منادی نداء دیتا ہے: اے خیر (نیکی) کے

متلاشی! آگے بڑھ، اور اے شر کے متلاشی! اب تو باز آجا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر رات بہت
سے لوگوں کو جہنم سے آزاد کردیتا ہے]

عن عثمان بن ابی العاص رضی الله عنه قال :سمعت رسول الله ﷺ يقول:
الصيام جنة من النار كجنة أحدكم من القتال] (ابن خزیمہ: ۱۸۹۱/۳)

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے
ہوئے سنا:[روزہ جہنم کی آگ سے کے خلاف ڈھال ہے، جیسے جنگ میں تم دشمن کے
خلاف ڈھال استعمال کرتے ہو] (محقق ابنِ خزیمہ نے اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے)

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال سمعت رسو ل الله ﷺ يقول:
الصيام جنة وحصن حصين من النار]

ترجمہ: ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے
ہوئے سنا:[روزہ جہنم کی آگ سے بچانے کیلئے ایک مضبوط ڈھال اور محفوظ ترین قلعہ
ہے] (احمد، شعب الایمان للبیہقی، امام منذری نے الترغیب والترھیب: ۸۳/۲) میں مسند
احمد کی سند کو حسن کہا ہے)

عن سهل بن سعد رضی الله عنه قال:قال رسو ل الله ﷺ :[ان فی
الجنة باب يقال له الريان،يدخل منه الصائمون يوم القيامة ،لايدخل
معهم احد غيرهم ،يقال :أين الصائمون؟ فيدخلون منه فاذا دخل
آخرهم أغلق ،فلم يدخل منه أحد]

ترجمہ: سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے، قیامت کے دن اس سے صرف روزے دار لوگ داخل ہونگے ان کے ساتھ کوئی اور داخل نہ ہوگا، اعلان ہوگا: روزہ دار کہاں ہیں؟ چنانچہ روزہ دار اس دروازے سے داخل ہونگے، جب آخری آدمی داخل ہو چکے گا تو دروازہ بند کر دیا جائے گا، اور اس کے بعد کوئی اور اس سے داخل نہ ہوگا] (بخاری و مسلم، یہ الفاظ مسلم میں ہیں)

عن زید بن خالد الجهنی رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ [من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه] (متفق علیہ)

ترجمہ: زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [جو شخص ایمان کے ساتھ، اور اللہ تعالیٰ سے اجر لینے کی نیت سے روزہ رکھے گا اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے]

روزہ کے فضائل کس طرح حاصل کیئے جائیں

یہ ہمارے اس رسالے کا اہم ترین نکتہ ہے، گذشتہ صفحات میں روزہ کے فضائل، فوائد، محاسن اور بے شمار اجر و ثواب کا ذکر ہوا، اب سوال یہ ہے کہ ایک روزہ دار کس طرح بھرپور طریقے سے یہ تمام فضائل سمیٹ سکتا ہے؟ اس سوال کا بلکہ ہمارے لئے ہر سوال کا جواب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱)

(تمہارے لئے ہر معاملہ میں بہترین نمونہ رسول اللہ ﷺ ہیں)

گویا روزہ جیسی انتہائی وقیع اور مہتم بالشان عبادت سے بھرپور فائدہ اٹھانے کیلئے ضروری ہے کہ ہم روزہ کی حالت میں انہی امور پر توجہ مرکوز رکھیں جو رسولِ اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے ثابت ہیں، ان امور میں کثرتِ ذکر، تلاوتِ قرآن، صدقہ و سخاوت، کثرتِ دعاء اور قیام اللیل وغیرہ قابلِ ذکر ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ ہر بڑے اور چھوٹے گناہ سے مکمل احتراز و اجتناب کیا جائے۔ ہم ان امور کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

روزہ اور تلاوتِ قرآن

یہ بات معلوم ہے کہ قرآنِ حکیم کا لوحِ محفوظ سے نزول رمضان کے مہینہ میں ہوا تھا، لقولہ تعالیٰ: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ اور یہ نزول رمضان کی بابرکت رات لیلۃ القدر میں ہوا تھا، لقولہ تعالیٰ: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾

ولقولہ تعالیٰ: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ﴾ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر غارِ حراء میں پہلی وحی کا نزول بھی رمضان کے مہینہ میں ہوا تھا، مسند احمد کی ایک حدیث جو واثلہ بن اسقع کی روایت سے ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ توراۃ، انجیل اور صحفِ ابراھیمی کا نزول بھی رمضان المبارک میں ہوا، اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کا رمضان المبارک کے ساتھ ایک خصوصی تعلق ہے؛ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جبرائیل علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ مکمل قرآنِ حکیم کا رمضان المبارک میں دور کیا کرتے تھے، اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے سال دو بار دور کیا (صحیح بخاری ومسلم) عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: نبی ﷺ اور جبرائیل علیہ الصلاۃ والسلام کے مابین یہ دور ماہِ رمضان کی راتوں میں ہوتا

رمضان میں تلاوت قرآن کی اہمیت:

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما: أن رسول الله ﷺ قال: [الصيام والقرآن يشفعان للعبد يوم القيامة يقول الصيام: أي رب منعته الطعام والشهوة فشفعني فيه، ويقول القرآن: منعته النوم بالليل فشفعني فيه، قال: فيشفعان] (رواه احمد والطبراني والحاكم، وقال صحيح على شرط مسلم)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [روزہ اور قرآن مل کر قیامت کے دن بندے کی شفاعت کرینگے، روزہ کہے گا: اے اللہ! میں نے اسے کھانے پینے اور شھواتِ نفس سے روکا تھا، لہذا اس کے بارہ میں

میری سفارش قبول فرما۔ قرآن کہے گا: اے اللہ! میں نے اسے راتوں کو سونے سے روکا تھا، لہذا اس کے بارہ میں میری شفاعت قبول فرما۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دونوں کی شفاعت قبول کرلی جائیگی]

ثابت ہوا کہ رمضان میں تلاوتِ قرآن کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، تلاوتِ قرآن دن میں بھی ہو لیکن راتوں میں زیادہ اہتمام ہو جیسا کہ عبداللہ بن عمرو کی مذکورہ حدیث اور عبداللہ بن عباس کے مذکورہ اثر سے ثابت ہو رہا ہے۔ راتوں کو تلاوت کی زیادہ اہمیت اس لئے ہے کہ یہ کام کاج سے فراغت کا وقت ہوتا ہے اور دل غور وفکر اور تدبر وغیرہ پر مجتمع ہوتا ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ رمضان کی راتوں میں نسبتاً لمبا قیام کیا کرتے تھے چنانچہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے رمضان کی ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ قیام کیا، آپ ﷺ نے اس رات سورۃ البقرۃ، آل عمران اور سورۃ النساء کی تلاوت فرمائی، حتی کہ بلال رضی اللہ عنہ نے آپ (ﷺ) کو نمازِ فجر کا وقت قریب ہونے کی اطلاع دی (مسند احمد، سنن نسائی)

سلف صالحین رمضان کے مہینہ میں تلاوتِ قرآن کا خوب اہتمام کیا کرتے تھے بعض سلف صالحین سے رمضان کے ہر تیسرے دن قرآن ختم کرنے کا ذکر ملتا ہے، جبکہ بعض اس سے بھی کم وقت میں ختم کیا کرتے تھے، قتادۃ بن دعامۃ، عام دنوں میں ہر ساتویں دن اور رمضان میں ہر تیسرے دن قرآنِ مجید ختم کرلیا کرتے تھے، امام زہری جب بھی رمضان کا مہینہ آتا فرماتے: تلاوتِ قرآن اور اطعامِ طعام (غریبوں

کو کھانا کھلانے) کا مہینہ آ گیا، امام مالک رحمہ اللہ پورا سال تدریسِ حدیث میں
مشغول رہتے لیکن جب رمضان کا مہینہ شروع ہو جاتا تو حدیث کے دفاتر سمیٹ کر
مصحف سے ہر وقت تلاوت کرتے رہتے، سفیان ثوری رمضان کے مہینہ میں دیگر
عبادات کو چھوڑ کر قرآنِ حکیم کی تلاوت پر پوری توجہ صرف کر دیا کرتے، عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا رمضان کے مہینہ میں فجر کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب تک تلاوت
کرتی تھیں۔

واضح ہو کہ اگر چہ تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنے کی ممانعت وارد ہوئی
ہے، لیکن چونکہ رمضان المبارک میں تلاوتِ قرآن کا خصوصی اجر ہے، لہذا ایک شخص
اگر کثرت سے تلاوت کرتا رہے حتی کہ تین دن سے قبل اس کا قرآنِ حکیم ختم ہو گیا تو
اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ یہ اہتمام اس کیلئے موجبِ اجر ہوگا، کیونکہ رمضان
المبارک میں کثرتِ تلاوتِ قرآنِ حکیم ایک امرِ مطلوب و مرغوب ہے۔

رمضان اور صدقہ وسخاوت

رمضان المبارک صدقہ اور سخاوت کا مہینہ ہے،

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، قال: [کان النبی ﷺ أجود الناس، وکان أجود مایکون فی رمضان حین یلقاہ جبریل فیدارسہ القرآن، وکان جبریل یلقاہ فی کل لیلة من رمضان فیدارسہ القرآن، فلرسول اللہ ﷺ حین یلقاہ جبریل أجود بالخیر من الریح المرسلة]

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: [رسول اللہ ﷺ سب سے بڑے سخی تھے اور سب سے زیادہ سخاوت آپ ﷺ رمضان المبارک میں کیا کرتے تھے، جبکہ جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام آپ ﷺ سے ملکر قرآن کا دور کیا کرتے تھے، اور جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام آپ ﷺ سے رمضان کی ہر رات ملتے اور قرآن کا دور کرتے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تیز رفتار آندھی سے بڑھ کر سخاوت کیا کرتے تھے] (بخاری و مسلم)

مسند احمد کی ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ [آپ ﷺ سے جس چیز کا سوال کیا جاتا دے دیتے تھے۔]

صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ [رسول اللہ ﷺ سب سے خوبصورت، سب سے بہادر اور سب سے سخی تھے]

صحیح مسلم میں انس بن مالک ہی کی ایک حدیث ہے کہ [ایک شخص نے اسلام قبول کیا اور نبی ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان موجود بے شمار بکریوں کا سوال کیا، آپ ﷺ نے وہ تمام بکریاں اسے عطا فرما دیں، وہ خوشی خوشی اپنی قوم میں لوٹا اور کہا اے قوم تم سب اسلام قبول کر لو کیونکہ محمد ﷺ اتنا کچھ دے دیتے ہیں کہ کوئی اندیشۂ فقر نہیں رہتا۔]

صحیح مسلم ہی میں ہے، کہ [رسول اللہ ﷺ نے جنگِ حنین کے موقع پر صفوان بن امیہ کو سو اونٹ دیئے، جس پر صفوان کہہ اُٹھا: اتنی سخاوت تو ایک نبی ہی کر سکتا ہے]

ایک اور حدیث میں ہے کہ [رسول اللہ ﷺ ایک خاردار وادی سے گزرے اور فرمایا: اگر میرے پاس اس وادی کے کانٹوں کے برابر اونٹ ہوتے تو میں سب کے سب تم میں بانٹ دیتا] (بخاری و مسلم)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان موجود ہے کہ [اگر اللہ تعالیٰ میرے لئے اُحد پہاڑ سونے کا بنادے تو میں تین دن کے اندر سب کا سب تقسیم کردوں۔]

جس نبی (ﷺ) کی عام دنوں میں سخاوت کا یہ حال ہے، رمضان المبارک میں اس کی سخاوت کی کیفیت کیا ہوگی؟

واضح ہو کہ رمضان المبارک میں صدقہ وسخاوت کا خصوصی اجر ہے، مسند احمد، سنن نسائی اور جامع ترمذی وغیرہ میں زید بن خالد کی روایت سے ایک صحیح حدیث مروی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: [من فطر صائما فله مثل أجره من غير أن ينقص من أجر الصائم شئ] یعنی جو کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے گا اسے اس کے روزے کا مکمل اجر دیا جائے گا، اس طرح کہ اس روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی] یہی حدیث طبرانی میں اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، اس میں ان الفاظ کا اضافہ بھی موجود ہے، [روزہ دار کے جسم میں جب تک اس کھانے کی قوت موجود رہے گی اس کے تمام اعمالِ صالحہ کا اسے اجر ملتا رہے گا]

رمضان المبارک میں جود وسخاوت کی زیادہ فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ چونکہ رمضان، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا مہینہ ہے، یہ رحمتیں ان بندوں پر اور زیادہ نازل ہوتی

ہیں جو اپنے بھائیوں کے ساتھ رحمت وشفقت کا برتاؤ کریں، اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے: [إنما يرحم الله من عباده الرحماء] بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں پر خوب رحمتیں نازل فرماتا ہے جو اس کے بندوں کیلئے رحم دل ہوتے ہیں۔ (صحیح بخاری و مسلم)

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ اور صدقہ کا جمع ہونا جنت کو واجب کر دیتا ہے، چنانچہ جامع ترمذی میں جناب علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إن في الجنة غرفا يرى ظهورها من بطونها وبطونها من ظهورها] قالوا: لمن هي يا رسول الله ﷺ؟ قال: [لمن طيب الكلام وأطعم الطعام وأدام الصيام وصلى بالليل والناس نيام] یعنی [جنت میں بہت سے ایسے کمرے بنے ہوئے ہیں جن کے اندر سے باہر کا حصہ اور باہر سے اندر کا حصہ نظر آئے گا۔ صحابہ نے پوچھا: یہ کمرے کن کیلئے ہیں؟ فرمایا: جو اچھی گفتگو کریں، غریبوں کو کھانا کھلائیں، روزے رکھتے رہیں اور رات کو جب لوگ سو چکیں تو وہ نماز پڑھنا شروع کر دیں۔] اس سے ثابت ہوا کہ رمضان کے مہینہ میں صدقہ کرنا، موجباتِ جنت میں سے ہے، اس کے ساتھ ساتھ اچھی گفتگو اور قیام اللیل کا اہتمام بھی ہونا چاہئے۔

اسی لئے صحیح مسلم میں بروایتِ ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ ایک حدیث ہے: [ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: آج کس کا روزہ ہے؟ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میرا، آپ ﷺ نے پوچھا: آج اپنے کسی بھائی کے جنازہ میں کون شریک ہوا؟ ابوبکر نے عرض کیا: میں، آپ ﷺ نے پھر پوچھا؟ آج کسی مسکین کو کس نے کھانا کھلایا؟ ابوبکر نے کہا: میں نے، آپ ﷺ نے پھر پوچھا: آج تم میں سے کس نے کسی مریض کی بیمار پرسی کی؟ ابوبکر نے پھر کہا: میں نے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایک ہی دن میں یہ تمام کام انجام دیدے، وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا]

رمضان میں صدقہ وسخاوت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ چونکہ رمضان میں گناہوں سے پاک صاف ہونا ضروری ہے اور جو شخص رمضان کو پالینے کے باوجود اپنے گناہ نہ بخشوا سکا وہ مستحقِ لعنت ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔

روزہ کی طرح صدقہ کا بھی گناہوں کی بخشش سے بڑا گہرا تعلق ہے، جامع ترمذی اور مسندِ احمد وغیرہ میں ایک صحیح حدیث کے الفاظ ہیں: [الصدقة تطفئ الخطيئة كما يطفئ الماء النار] یعنی [صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹاڈالتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھادیتا ہے۔]

اسی لئے نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے: [جہنم سے بچ جاؤ خواہ آدھی کھجور خرچ کرکے]

صحابی رسول ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: [قبر کے اندھیروں کو دور کرنے کیلئے رات کے اندھیروں میں دونفل پڑھ لیا کرو، روزِ قیامت کی شدید ترین گرمی سے بچنے کیلئے دنیا کے گرم دنوں میں روزہ رکھ لیا کرو، روزِ قیامت کے مشکل ترین دن کے شر کو ٹالنے کیلئے صدقہ دے دیا کرو]

رمضان المبارک میں صدقہ اور سخاوت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ روزے میں پیدا ہونے والا نقص یا خلل صدقہ کی برکت سے دور ہوجائے گا، اسی حکمت کے تحت رمضان کے آخر میں صدقۃ الفطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ عمومی صدقات کی گناہوں کی بخشش میں ایک خاص تأثیر ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے گناہوں مثلاً: جھوٹی قسم، احرام کے محظورات کا ارتکاب اور بحالتِ روزہ بیوی سے مجامعت وغیرہ کا کفارہ صدقہ (یعنی اطعامِ طعام) قرار دیا گیا، جو مریض یا حاملہ اور مرضعہ عورت (دودھ پلانے والی عورت) روزہ کی استطاعت نہیں رکھتے ان پر بھی بطور فدیہ صدقہ یعنی اطعامِ طعام فرض ہے، ان تمام نصوص کی دلالت یہی ہے کہ صدقہ کی گناہوں اور کوتاہیوں کے ازالہ میں ایک خاص تأثیر ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ روزہ سے تھے افطار کیلئے دو روٹیاں تیار کرواکے رکھ لیں، ایک سائل نے آواز لگائی تو وہ روٹیاں اس پر صدقہ کردیں اور خود پوری رات بستر پہ بھوک کی وجہ سے کروٹیں لیتے رہے اور اگلے دن پھر روزہ رکھ لیا۔ عبداللہ بن مبارک بعض اوقات نفلی روزہ رکھتے اور دوستوں کو بلاکر انواع واقسام کے کھانے کھلاتے۔ ان پاکیزہ ارواح پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں اور سلامتیاں نازل فرمائے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: رمضان المبارک میں صدقہ اور سخاوت کی کثرت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

روزہ اور قبولیتِ دعاء

روزہ کے فضائل میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ یہ عظیم الشان عمل بہت زیا
قبولیتِ دعاء کا باعث بنتا ہے، شرط یہ ہے کہ روزہ صحیح بنیادوں پر قائم ہو، کیونکہ رو
اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے، بندہ اپنے عمل کے ذریعے جس قدر اللہ تعالیٰ کے
قریب ہوگا اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ اسکے قریب ہوگا۔ ایک حدیث قدسی میں رسو
اللہ ﷺ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [ومن تقرب منی شبرا تقربت من
ذراعا ومن تقرب إلى ذراعا تقربت منه باعا ، ومن أتانی یمشی أتیت
هرولة] یعنی جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوگا میں ایک ہاتھ اس کے قریب
ہونگا، اور جو شخص ایک ہاتھ قریب ہوگا میں دو ہاتھ اس کے قریب ہونگا، اور جو میری
طرف چل کر آئے گا میں اس کی طرف دوڑ کر جاؤنگا] (متفق علیہ)

واضح ہو کہ روزہ دار کی دعاء کی مقبولیت پر رسول اللہ ﷺ کے فرامین موجود ہیں:

عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ :ثلاثة لا ترد
دعوتهم .الصائم حتی یفطر ،والإمام العادل ،ودعوة المظلوم یرفعه
الله فوق الغمام ،ویفتح لها أبواب السماء ویقول الرب
وعزتی،لأنصرنک ولو بعد حین]

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تین آدمیوں کی
دعاء ردنہیں کی جاتی: ایک روزہ دار جب تک وہ افطار نہ کرلے، دوسرا عادل حکمران

تیسرا مظلوم شخص، جس کی دعا اللہ تعالیٰ بادلوں کے اوپر اٹھالیتا ہے اور اس کیلئے
آسمانوں کے دروازے کھول دیتا ہے، اور فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت کی قسم، میں تیری
مدد ضرور کرونگا، خواہ کچھ وقت گزرنے کے بعد کروں] (اس حدیث کو ترمذی نے روایت
کیا اور اسے حسن قرار دیا)

ایک اور حدیث ملاحظہ ہو: عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله
عنهما یقول: قال رسول الله ﷺ :[إن للصائم عند فطره لدعوة
ما ترد] (رواہ ابن ماجہ ۱۷۵۳) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنھما سے مروی
ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [افطار کے وقت روزہ دار کی دعاء رد نہیں کی جاتی]

رمضان المبارک کا قبولیتِ دعاء سے کتنا گہرا تعلق ہے، اس کا اندازہ اس ترتیب
سے ہوتا ہے جو اللہ رب العزت نے قرآنِ حکیم میں قائم فرمائی، چنانچہ سورۃ البقرۃ میں
جہاں روزہ کے احکام بیان فرمائے تو عین وسط میں اس آیتِ کریمہ کا تذکرہ فرمایا:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا
دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ (البقرۃ:۱۸۶)

ترجمہ: (جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ
دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے،
قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر
ایمان رکھیں)

اس آیتِ کریمہ سے قبل بھی روزے کے کچھ احکام ومسائل ہیں اور بعد میں بھی۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ روزے کی قبولیتِ دعاء میں خصوصی تأثیر ہے، لہذا روزہ داروں کو دعاء کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔

واضح ہو کہ دعاء کے کچھ آداب وشرائط ہیں انہیں ضرور ملحوظ رکھا جائے، جن میں سے کچھ امور درجِ ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ سے دعاء کی جائے، غیر اللہ (خواہ وہ نبی ہو یا فرشتہ یا کوئی بھی چیز) سے دعاء کرنا شرک ہے، (تفصیل کیلئے ہمارے کتاب توحید الٰہ العالمین دیکھئے)

(۲) دعاء کرنے والا ظاہری وباطنی طہارت پر قائم ہو۔

(۳) قبلہ رُخ ہو۔

(۴) ایسے اوقات میں دعاء کی کوشش کرے جن میں قبولیت منصوص ہے، وہ اوقات یہ ہیں: رات کا آخری تہائی حصہ، اذان کے وقت، اذان واقامت کے درمیان، بارش کے نزول کے وقت، روزہ کے افطار کے وقت، سجدہ میں، تشہدِ اخیر کے آخر میں سلام پھیرنے سے قبل، نماز کے بعد، اس وقت جب امام خطبۂ جمعہ کیلئے منبر پر چڑھے، جمعہ کے دن عصر کے بعد (بالخصوص آخری گھڑیوں میں)، دورانِ سفر (بشرطیکہ وہ سفرِ اطاعت ہو) اور دورانِ جہاد وغیرہ۔

(۵) دعاء کے وقت حضورِ قلب؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: [اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعاء قبول نہیں فرماتا۔

(۶) اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع وخضوع اور ذلت وانکساری کا اظہار ہو۔

(۷) دعاء کے شروع، وسط اور آخر میں نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے۔

(۸) اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، اور اسکے مقابلے میں اپنی کوتاہیوں کا اعتراف۔

(۹) مسنون اور ماثور دعاؤں کا انتخاب۔

(۱۰) دعاء میں اعتداء نہ ہو، دعاء میں اعتداء قیامت کی علامت ہے، اعتداء سے مراد ایسی دعاء جس میں خلافِ شریعت امور ہوں، مثلاً: کسی گناہ کی طلب، قطع رحمی، کسی ناممکن چیز کی دعاء، اپنے لئے کوئی ایسی چیز طلب کر بیٹھے جس کے وہ لائق نہیں ہے، مثلاً: رتبۂ نبوت یا فرشتہ بنائے جانے کی دعاء وغیرہ۔

(۱۱) دورانِ دعاء توبہ واستغفار کرتا رہے، یہ اللہ تعالیٰ کی خوشی کا باعث ہے نتیجۃً دعاء کی قبولیت کا سبب۔

(۱۲) رزقِ حلال پر اکتفاء، حرام روزی دعاء کی قبولیت سے مانع ہے، اس پر نصوص موجود ہیں۔

(۱۳) دعاء سے قبل کوئی نیک عمل کرلیا جائے، مثلاً: صدقہ، نفل، تلاوتِ قرآن وغیرہ

(۱۴) ایسے مقامات پر جاکر دعاء کی جائے جن کی افضلیت شریعت سے ثابت ہے، مثلاً: مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ وغیرہ۔

(۱۵) دعاء کی قبولیت میں عجلت یا تاخیر کی صورت میں اکتاہٹ کا اظہار نہ کرے۔

(۱۶) اللہ تعالیٰ کے ساتھ ثقہ اور اسکی ذات پر توکل کا تقاضا یہ ہے کہ دعاء کرنے

کے بعد قبولیتِ دعاء کا یقین کرلے۔

(۱۷) اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے دعاء کرے۔(دلیل: حدیثِ غار)

(۱۸) دعاء میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا وسیلہ اختیار کرے۔

❁ ❁ ❁

رمضان اور قیام اللیل

ماہِ رمضان میں قیام اللیل جو صلاۃ التراویح ،صلاۃ التھجد اور صلاۃ الوتر دو ناموں کے ساتھ موسوم ہے کی بڑی فضیلت ہے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: كان رسول الله ﷺ يرغب في قيام رمضان من غير أن يأمرهم بعزيمة ثم يقول: [من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه] (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ قیامِ رمضان کی ترغیب فرمایا کرتے تھے، البتہ حتمی طور پہ پڑھنے کا امر نہیں فرماتے تھے، رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: [جو شخص ایمان کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ سے اجر لینے کی نیت سے رمضان کا قیام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ تمام گناہ معاف فرمادے گا]

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ قال: [ان الله تبارك وتعالىٰ فرض صيام رمضان عليكم ،وسنت لكم قيامه فمن صامه

وقامه احتسابا خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه] (رواہ النسائی (۴/۱۵۸)

ترجمہ: ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کردیئے ہیں اور میں نے رمضان کا قیام مسنون قرار دیا ہے، پس جو شخص رمضان میں روزوں اور قیام کا پورے اخلاص کے ساتھ اہتمام کریگا وہ گناہوں سے یوں پاک ہوجائے گا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا]

واضح ہو کہ قیامِ رمضان یا صلاۃ التراویح کی رکعات کی مسنون تعداد آٹھ ہے اور وتر کے ساتھ گیارہ۔ اس کی دلیل صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے: عن ابی سلمة بن عبدالرحمن أنه سأل عائشة رضی الله عنها كيف كانت صلاة رسول الله ﷺ فی رمضان فقالت: [ماكان يزيد فی رمضان ولا فی غيره على احدى عشرة ركعة .....الحديث] (صحیح بخاری ۲۰۱۳)

ترجمہ: ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: رسول اللہ ﷺ کی رمضان میں (تراویح کی) نماز کیسی تھی؟ فرمایا: [رمضان اور غیر رمضان آپ ﷺ نے گیارہ رکعت سے زیادہ کبھی نہیں پڑھیں.....]

جابر رضی اللہ عنہ کی بھی ایک مرفوع روایت میں رسول اللہ ﷺ کا آٹھ رکعت تراویح اور وتر پڑھنا منقول ہے۔ (مختصر قیام اللیل للمروزی ص: ۲۱۷)

سائب بن یزید سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے، ابی بن کعب اور تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ (مختصر قیام

اللیل: ص ۲۲۰) یہ اثر مؤطا امام مالک میں بھی مذکور ہے، ۱/۱۱۵)

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابی ابن کعب رمضان کے ایک دن رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ رات مجھ سے ا کام ہوگیا؟ فرمایا: کیا ہوا؟ عرض کیا: میری بستی کی عورتیں گھر آگئیں اور کہنے لگیں ہم زیادہ قرآن یاد نہیں ہے، ہم آج تمہارے پیچھے نمازِ (تراویح) پڑھنا چاہتی ہیں، تو نے انہیں آٹھ رکعت اور وتر پڑھا دیا۔ نبی ﷺ نے یہ سن کر سکوت فرمایا جو علا رضاء تھی۔ (مختصر قیام اللیل: ص: ۲۱۷)

واضح ہو کہ بیس رکعت تراویح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، یزید بن رو کے طریق سے جو امیر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس رکعت کا ذکر کیا ہے وہ اثر ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں انقطاع ہے، پھر یہ اثر گذشتہ سطور بحوالہ مؤطا امام مالک اور قیام اللیل للمروزی مذکور اثر کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں بصراحت یہ بات ذکر ہے کہ امیر عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری آٹھ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

رمضان اور عشرِ اخیر

رمضان المبارک کا ہر ہر لمحہ رحمتوں اور برکتوں سے پُر ہے، جن سے بھر استفادہ کرنا چاہئے اور پورے مہینہ کی راتوں اور دنوں میں کاروبار و مصروفیات سے الگ تھلگ ہوکر، اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تلاوتِ قرآن کیلئے کچھ خلوت

گھڑیاں نکال لینی چاہئیں، لیکن رمضان المبارک کا آخری عشرہ اور اس کا ایک ایک پل بہت ہی زیادہ بابرکت ہے، اس آخری عشرہ میں رسول اللہ ﷺ کے معمولات یکسر تبدیل ہوجاتے۔

عن أم المؤمنين عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: [كان رسول الله ﷺ يجتهد فى العشر الاواخر مالا يجتهد فى غيره] (رواہ مسلم)

اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: [رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں جو محنت اور جدوجہد فرماتے وہ بقیہ دنوں میں نہیں فرماتے تھے]

اس جدوجہد کے تعلق سے کچھ امور صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں مذکور ہیں

عن عائشة رضى الله عنها قالت: [كان رسول الله ﷺ اذا دخل العشر شد مئزره وأحيا ليله وأيقظ أهله] (رواہ البخاری و مسلم وھذا لفظ البخاری)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: [جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کمر کس لیتے، پوری پوری رات جاگتے اور اپنے اہل کو بھی جگاتے]

واضح ہو کہ رمضان کے آخری عشرہ میں رسول اللہ ﷺ کے کچھ ایسے امور مذکور ہیں جو بقیہ مہینہ میں نہیں ملتے، ہم اختصار کے ساتھ ان امور کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) رات بھر جاگنا: مسند احمد (۶/۱۴۶) میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان مذکور ہے (ترجمہ) نبی ﷺ رمضان کے شروع کے بیس دنوں کی راتیں کچھ نماز پڑھ کے اور کچھ سو کر گزارتے لیکن جب عشرِ اخیر شروع ہوجاتا (تو مکمل شب بیداری

کیلئے) کمر کس لیتے اور مستعد ہو جاتے۔

(۲) اپنے اہل کو جگانا: یہ معاملہ بھی عشرِ اخیر کے خصائص میں سے ہے، طبرانی کی ایک حدیث کے مطابق نبی ﷺ اہل کے ساتھ ساتھ ہر چھوٹے بڑے جو نماز کی طاقت رکھتے کو جگایا کرتے تھے، ایک حدیث میں بالخصوص طاق راتوں میں جگانے کا ذکر ہے۔

(۳) کمر کس لینا: اس سے مراد عبادت میں شدید جدوجہد ہے، دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ اپنا بستر لپیٹ کر بیویوں سے الگ ہو جاتے تھے، یہ معنی سفیان ثوری اور دیگر ائمۂ حدیث سے منقول ہے، اس معنی پر مشتمل انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک مرفوع حدیث بھی مروی ہے۔ نبی ﷺ کے عشرِ اخیر میں بستر لپیٹ کر اپنی بیویوں سے الگ ہو جانے کا ایک محمل یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ عشرِ اخیر میں باقاعدگی سے اعتکاف فرمایا کرتے تھے، اور معتکف کیلئے بیویوں کے قریب جانا نصِ قرآنی اور اجماعِ امت سے ممنوع ہے۔

(۴) بعض روایات سے عشرِ اخیر میں نبی ﷺ کا وصالِ صوم بھی ثابت ہے۔ وصال سے مراد سحری سے سحری تک کھانے پینے سے پرہیز کرنا ہے، وصال نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے، ہمارے لئے ممنوع ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: نهی رسول الله ﷺ عن الوصال فی الصوم فقال له رجل من المسلمين إنک تواصل يا رسول الله؟

قال: [وأيكم مثلی ؟إنی ابيت يطعمنی ربی ويسقينی .....الحديث]

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے روزہ میں وصال سے منع فرمایا ہے، ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ فرمایا: [تم میں سے کون مجھ جیسا ہے میں تو اس طرح رات گزارتا ہوں کہ میرا پروردگار مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے] (صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۹۶۵)

(۵) اعتکاف: عن عائشة رضی الله عنها أن النبی ﷺ [كان يعتكف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاه الله تعالیٰ]

(رواہ البخاری ومسلم)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، [رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دے دی]

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: [كان رسول الله ﷺ يعتكف فی كل رمضان عشرة ايام فلما كان العام الذی قبض فيه اعتكف عشرين يوما] (رواہ البخاری ۲۰۴۴)

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، [رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے، جس سال آپ کا انتقال ہوا آپ نے بیس دن اعتکاف فرمایا] صحیح بخاری ہی میں ہے (۲۰۲۶) رسول اللہ ﷺ کے بعد امہات المؤمنین اعتکاف کیا کرتی تھیں۔

اعتکاف کی فضیلت

اعتکاف کی فضیلت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے طبرانی اور مستدرک حاکم میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان مذکور ہے:

[من اعتكف يوما ابتغاء وجه الله جعل الله بينه وبين النار ثلاث خنادق كل خندق ابعد مما بين الخافقين]

یعنی[جو شخص اللہ کی رضاء حاصل کرنے کیلئے ایک دن کا اعتکاف کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں تیار کروادے گا ہر خندق کی چوڑائی مشرق ومغرب کے فاصلے سے بھی زیادہ ہوگی](اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے)

اعتکاف مسجد میں خلوت اختیار کرنے کا نام ہے، نبی ﷺ اعتکاف کے دوران ایک چٹائی کی مکمل آڑ میں بیٹھا کرتے۔

اعتکاف کی حکمت تمام اشغال وہموم دنیا سے کٹ کر اللہ تعالیٰ سے مناجات اور راز ونیاز کرنے کیلئے خلوت اختیار کرنا ہے، نیز شبِ قدر جو عشرِ اخیر کی کسی طاق رات میں آتی ہے، کا حصول بھی اعتکاف کے مقاصد میں سے ہے۔

اعتکاف ایک شرعی خلوت ہے، اس میں یہ پوری کوشش ہونی چاہئے کہ لوگوں سے اختلاط اوران کے امور سے اشتغال کم سے کم ہو، امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے:

" معتکف کیلئے لوگوں سے میل جول مناسب نہیں، حتی کہ تعلیم علم اور تدریسِ قرآن

کیلئے بھی، بلکہ افضل امر یہی ہے کہ وہ اپنے حجرہ میں تنہا ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر دعاء اور مناجات پر توجہ دے"

(۶) لیلۃ القدر: ماہِ رمضان کے عشرِ اخیر میں ایک رات آتی ہے جسے لیلۃ القدر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، یہ عظیم الشان رات، اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان انعام ہے؛ کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ أَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ . لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ اور تم کیا جانو لیلۃ القدر کیا ہے یہ ایک رات ہے (جس کی عبادت) ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ (القدر:۲،۳)

سنن نسائی میں ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے:[من حرم خيرها فقد حرم]یعنی جو لیلۃ القدر سے محروم ہوگیا وہ ہر خیر سے محروم ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال:[من قام ليلة القدر ايمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه] ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ لیلۃ القدر کا قیام کرلیا، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے](بخاری ومسلم)

ایک روایت میں آئندہ گناہوں کی معافی کا بھی ذکر ملتا ہے (مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ القدر کے بارہ میں فرمایا ہے:[تحروا ليلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان](رواہ البخاری من حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا ۲۰۱۷)

یعنی[شبِ قدر کو رمضان کے عشرِ اخیر کی طاق راتوں میں تلاش کرو]

اتنی بابرکت اور افضل رات کو پانے کیلئے ضروری ہے کہ عشرِ اخیر کی طاق راتیں مکمل طور پہ اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں صرف کی جائیں، ان راتوں میں سونا یا لہو ولعب میں مشغول رہنا یا ان افضل ترین لمحات کو بازاروں میں عید کی خریداری کے بہانے ضائع کر دینا بہت بڑی محرومی ہے۔ ان راتوں کی عبادت کیلئے چونکہ خلوت مطلوب ہے، نبی ﷺ اس قدر خلوت پسند فرماتے کہ پورا عشرہ اعتکاف میں چلے جاتے؛ لہٰذا ان راتوں میں تقاریر کے لمبے لمبے پروگرام، مذکورہ سنتِ رسول ﷺ کے منافی ہونے کی وجہ سے محلِ نظر ہیں، البتہ ائمہ حضرات اگر مختصر اور جامع انداز سے اپنے نمازیوں کو ان راتوں کی اہمیت وافادیت سے مطلع کر دیں اور ترقیقِ قلوب کیلئے کچھ نصیحتیں کر دیں تو یہ زیادہ مستحسن ہوگا۔ عشرِ اخیر کو یا تو اعتکاف کی خلوتوں میں گذارا جائے، اور اگر اعتکاف نہیں کر سکے تو پھر اپنے گھر میں تنہائی اختیار کر لی جائے، جس کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اہلِ خانہ کی نگرانی بھی ہو جائے گی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ اپنے اہل کو جگاتے تھے۔ (واللہ ولی التوفیق)

آپ کے گھر میں کوئی اہم مہمان آنے والا ہو تو آپ کی کوشش ہوگی کہ مہمان کی آمد سے قبل گھر کو اچھی طرح سجا دیا جائے حتی کہ خادموں تک کو اچھا لباس پہنا دیا جاتا ہے، لیلۃ القدر میں تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہر گھر میں بطورِ مہمان داخل ہوتے ہیں، جن کی مطلوبہ زینت وسجاوٹ یہ ہوتی ہے کہ گھر کا ہر فرد اطاعت وعبادت میں مصروف ہو،

اگر ملائکہ گھر کے افراد کو سوتا ہوا یا ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہوا یا کسی لہو ولعب میں ڈوبا ہوا پائیں تو یہ کتنی بڑی بدبختی اور محرومی ہوگی، یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق ہر خیر سے محروم ہیں۔

واضح ہو کہ لیلۃ القدر کے تعلق سے رات کا آخری حصہ زیادہ قابلِ توجہ اور قابلِ اہتمام ہونا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ یعنی (شبِ قدر سراسر سلامتی والی رات ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے) لیلۃ القدر میں زیادہ اہمیت کے ساتھ جن امور پر توجہ دینی چاہئے ان میں قیام اللیل، تلاوتِ قرآن اور دعاء (بالخصوص استغفار) زیادہ قابلِ ذکر ہیں، قیام اللیل کی دلیل حدیثِ مذکور[من قام ليلة القدر .....الحديث] ہے، تلاوتِ قرآن کے حوالے سے بہت سے دلائل گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں، دعاء اور استغفار کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن عائشه رضى الله عنها أنها قالت للنبى ﷺ أرأيت إن وافقت ليلة القدر ما أقول فيها ؟قال: قولى :[اللهم انک عفو تحب العفو فاعف عنى](رواه الترمذى فى الدعوات، والامام احمد فى مسنده ٦/١٧١)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے سوال کیا: اگر میں لیلۃ القدر کو پالوں تو کیا کہوں؟ فرمایا:[اللهم انک عفو تحب العفو فاعف عنى] کہنا، جس کا ترجمہ یہ ہے:[اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند فرماتا ہے، پس مجھے

معاف فرمادے]

اس حدیث میں ایک اور اشارہ ملتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ معافی کو پسند فرماتا ہے، لہذا اس کی پسندیدگی اور رضاء حاصل کرنے کیلئے اس سے خوب توبہ واستغفار کی جائے، نیز ایک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو معاف کردینا پسند ہے تو ہمیں بھی اپنے اندر یہ وصف پیدا کرنا چاہئے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ مزید خوش ہوجائے، چنانچہ آج کی رات ایک مسلمان اپنے بھائیوں کو اللہ کی رضاء کیلئے دل سے معاف کردے تو اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی محبت ورضاء کا موجب ہوگا۔ (واللہ المستعان)

حرفِ آخر

روزہ کے تعلق سے سب سے اہم مسئلہ اس کی حفاظت ہے، روزہ کی حالت میں اگر گناہوں سے یکسر پرہیز ہوگی تو فائدہ ہوگا [عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ عن رسول الله ﷺ قال: الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى رمضان مكفرات مابينهن اذا اجتنبت الكبائر] (رواہ مسلم)

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [پانچوں نمازوں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک کے وقفات گناہوں کا کفارہ ہیں، بشرطیکہ کبائر سے بچا جائے]

صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: [من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة فى أن يدع طعامه وشرابه]

ترجمہ: [جو شخص روزے کی حالت میں قولِ زور (یعنی خلافِ شریعت بات) یا عملِ زور (یعنی خلافِ شریعت کام) نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں]

صحیح بخاری ہی کی ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے:

[والصيام جنة واذا كان يوم صوم أحدكم فلايرفث ولايصخب فان سابه احد أو قاتله فليقل انى امرؤ صائم] یعنی [روزہ (گناہوں) سے ڈھال ہے جس دن تمہارا روزہ ہو کسی فسق وفجور کا ارتکاب نہ کرو نہ ہی چیخو اور چلاؤ حتی کہ اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے یا تم سے لڑائی کرے تو اسے کہہ دو میں روزہ سے ہوں]

صحیح ابنِ حبان میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے: [من صام رمضان وعرف حدوده وتحفظ ما ينبغى له أن يتحفظ كفر ما قبله] یعنی [جو شخص روزے کی حدود کو پہچانتا ہو اور روزہ رکھے، اور جن چیزوں کی روزے کی حالت میں حفاظت ضروری ہے ان کی حفاظت کرے، تو اس شخص کا روزہ اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ بن جائے گا]

روزہ کی حالت میں ہر قسم کے گناہ سے احتراز ہماری ضرورت ہے تاکہ ہمارے روزے کا ثواب مرتب ہو اور نتیجۃً ہمارے گناہ معاف ہوجائیں، اگر ایسا نہ ہوسکا تو جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام کی بددعاء اور اس پر نبی ﷺ کی آمین ایک انتہائی خطرناک وعید کو متضمن ہے۔ جنابِ جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

(ترجمہ) ''جب تم روزہ رکھو تو ضروری ہے کہ تمہارے کان، آنکھ اور زبان سب کا روزہ ہو، پڑوسیوں کو تکلیف نہ دو اور تم پر ایک خاص قسم کا سکون اور وقار ہو اور تمہارے روزے اور افطار کا دن برابر نہ ہوں''

صحیح ابن حبان کی ایک حدیث کے مطابق روزہ صرف کھانا پینا چھوڑ دینے کا نام نہیں بلکہ لغویات اور معاصی سے رکنا بھی ضروری ہے۔ محمد بن منکدر فرمایا کرتے تھے روزہ دار جب کسی کی غیبت کرتا ہے تو اس کے روزے میں ایک سوراخ پڑ جاتا ہے اور اگر وہ توبہ کر لے تو اس کی توبہ اس سوراخ کی رفو کر دیتی ہے۔ ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کا بھی قول ہے: وہ روزہ جہنم سے ڈھال بنتا ہے جس میں سوراخ نہ ہو، لوگوں نے پوچھا: سوراخ سے کیا مراد ہے، فرمایا: ہر قسم کے جھوٹ اور غیبت وغیرہ سے پاک ہونا۔

حضرات! یہ ماہِ صیام جس کا ہر لمحہ گناہوں کی بخشش کا باعث بن سکتا ہے، اگر ہم یوں ہی گزار دیں، اس مبارک مہینہ کو پا لینے کے باوجود، جوں کے توں گناہوں میں لت پت رہیں تو احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں ہم ہر خیر سے محروم ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکار دیئے جائیں گے، تو پھر ضروری ہے کہ اس ماہِ مقدس سے کما حقہ استفادہ کرنے کیلئے کمربستہ ہو جائیں، اللہ تعالیٰ سے حسنِ توفیق کے طالب بن جائیں کہ اس کی توفیق کے بغیر کوئی نیکی ممکن نہیں ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیہ وخلیلہ محمد وعلی آلہٖ وصحبہ وأھل طاعتہ أجمعین الی یوم الدین